اِن الدین عند اللہ الاسلام

البتہ اللہ کے پاس دین پسندیدہ اسلام ہے

حقیقت اسلام

ترجمہ

نوٹس آن سلام

یعنے

موجودہ خیالات سائنس سے اسلام کی تطبیق اور اس کی

صداقت کا بیان

جسے انگریزی میں

عالیجناب نواب سر احمد حسین خاں امین جنگ بہا

کے - سی - آئی - ای، سی - ایس - آئی، ایم - اے، بی -

ایف - آر - اے - ایس، خطیب وانمباڑی، وکیل مد

ھائی کورٹ، چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام و صدرا

پیشی ڈپارٹمنٹ نے تصنیف کیا

اور حسب ایمائے نواب صاحب ممدوح مولوی علی

صاحب مصنف تحقیق حق وغیرہ نے بغرض افاد

اس کا سلیس اُردو میں ترجمہ کیا

انجمن اردو پریس اورنگ آباد - دکن

فہرستِ مضامین

سرنامہ

کُل من علیہا فان *

یادگار میں

خطیب امجد حسین مرحوم

(فرزند اکبر نواب سر امین جنگ بہادر دام اقبالہم)

کی

جو اُن چار میں سے ایک تھے جن کے لئے سنہ ۱۹۱۷ء
میں یہ نوٹس ارلاً لکھے گئے تھے

دلگیر بشیر

---

* جتنی مخلوقات (روئے) زمین پر ہے سب فنا ہو جانے والی ہے —

سرنامہ

کُل من علیہا فان *

یادگار میں

خطیب امجد حسین مرحوم

(فرزند اکبر نواب سر امین جنگ بہادر دام اقبالہم)

کی

جو اُن چار میں سے ایک تھے جن کے لئے سنہ ۱۹۱۷ ء

میں یہ نوٹس ارلاً لکھے گئے تھے

دلگیر بشیر

---

* جتنی مخلوقات (روئے) زمین پر ہے سب فنا ہو جانے والی ہے —

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچۂ مترجم

رو چو انسان، لب بجنباں در دھن
ور جہادی ملات انسانی مزن

علمائے طبیعین نے بنی نوع انسان کو ان کے جسمانی خصائص کی بنا پر یعنی ان کے رنگ روپ، خط و خال، قد و قامت، ڈیل ڈول کے شخصی اختلاف کے باعث مختلف اقوام میں تقسیم کیا ہے مگر اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ سب کا مبدء اولین وہی دنیا کا پہلا شخص ہے جس کے ذاتی اوصاف کے موروثی اثر کی جھلک آج تک ہر قوم میں پائی جاتی ہے۔ اسی طرح مذہب کا خیال یا خدا شناسی کا فطری جذبہ جس طرح آدم کی ذات میں تھا فطرتاً اور وراثتاً اس حقیقت کا اعتراف اسی طرح ان کی نسل میں بھی پایا جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ اس کے اقرار و انکار کا رنگ جداگانہ ہو۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذہب کیا چیز ہے؟ میرے نزدیک یہ ایک طبعی خاصہ اور ایک ایسا سچا فطری اصول ہے کہ جب تک انسان اپنے قوائے جسمانی و عقلی پر قادر ہے اس

کے تمام ارادی افعال اس کے تابع ہونا چاہئیے چونکہ مذہب کا جزو اعظم خدا ہے اور خدا شناسی انسان کا فطری خاصہ ہے۔ اس لئے مذہب اعتقاد کی فرع نہیں بلکہ مذہب کی سچائی عین مذہب ہے۔ لیکن جیسا کہ محققین فلسفہ کی رائے ہے کہ دنیا کے تمام کاموں کی بنا محض خیال پر ہے گویا عالم محسوسات میں خیال کا جال پھیلا ہوا ہے اس (فلسفہ انسانی) نے اعتقادی صورتوں کو انواع و اقسام کے رنگ میں رنگ دیا ہے اور اس کے متضاد اصول مختلف انسانی جماعتوں کو مختلف طریقوں پر چلا رہے ہیں پس سچا مذہب وہی ہوسکتا ہے جس کی سچائی نہ کسی اعتقاد پر بلکہ حقیقی سچائی پر مبنی ہو —

ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب مروجہ کے اختلافات باہمی کی جڑ یہ انسانی خیالات ہی ہیں جو دل سے نکلتے ہیں اور ان میں سے بعض رفتہ رفتہ ایک خاص اہمیت و اعتقادی صورت اختیار کر کے انسانی زندگی کے مادی و معاشرتی دونوں شعبوں پر حاوی ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک دنیا انہی اوہام باطل کے سہارے پر زندہ رہتی ہے اور جہالت ان کی پرستش کراتی رہتی ہے۔ اس طرح مذہب کی حقیقی روح اور اس کی شروع کی صداقت باطل کی تاریکی میں چھپ جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے دنیا کو قدیم سمجھا، کسی نے حادث، کسی نے خدا کو موجد عالم قرار دیا، کسی نے محض معمار قرار دیا، کسی نے خدا کو مانا، کسی نے انکار کیا، کوئی تناسخ کا قائل ہوا کسی نے

اس کو ڈھکوسلا جانا ایکسفورس کا قول ھے کہ خلا اور صورت سے عالم کی ترتیب ھوئی ھے - فیثا غورث کا قول تھا کہ خدا روح عالم ھے - افلاطون دو چیزوں کو قدیم جانتا تھا ایک خدا کو جو فاعل ھے، دوسرے مادہ کو - ابیقورس صانع عالم سے منکر تھا اور دنیا کو قدیم قرار دیتا تھا - فلاسفۂ قدیم چار عنصر قرار دیتے تھے اور اب تحقیقات جدید میں ان کی تعداد چوراسی تک پہنچ گئی ھے - افلاطون نے روح کے عذاب و ثواب کو ابدی کہا اور روح کو حادث - بطلیموس نے آسمان کو زمین کے گرد پھرایا، فیثاغورث نے زمین کو آفتاب کے گرد چکر دلایا - مختصر یہ کہ فلسفۂ یونان اور ملل ھنود کا فلسفہ اس قسم کے اختلاف کا مخزن ھے -

چونکہ مذھب کا خیال بھی دل سے پیدا ھوتا ھے اور اس کا تعلق بھی براہ راست قلب انسانی سے ھے اس لئے جب ھم مختلف مذاھب میں سے سچے مذھب کو پرکھنا چاھیں تو اول یہ دیکھنا چاھئے کہ اس کے سچے اصول سچے علم الہی کے مطابق ھیں یا نہیں ؟ کیوں کہ قانون قدرت اور سنت الہی سچ اور کامل ھے اس کے کسی اصول میں اختلاف نہیں ھوا اور نہ اس میں کبھی تغیر و تبدل کو دخل ھوتا ھے چنانچہ جہاں تک انسان اپنے قوائے عقلی سے جان سکتا ھے وہ اتنا ھی کہ کائنات کے سلسلۂ اسباب سے مسبب کا پتہ لگائے یا یوں کہو کہ کارخانۂ عالم سے اس کے بنانے والے کو، اور قانون قدرت سے اس کے دین کی راہ کو دریافت کرے کہ یہی سچا دین اور یہی سیدھا رستہ چلنے کا ھے اس کے سوا اور کچھ

نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ:—

"سچا * سائنس اور سچا مذہب دونوں توام بھائی ہیں ان کی باہمی جدائی یقیناً دونوں کی موت ہے"

پیروان مذہب اسلام اپنے دین کو فطرت کے مطابق اور اس کے اصول کو فلسفۂ حق کے موافق سمجھتے ہیں اور الٰہیات میں صرف فلسفۂ انبیاء کو قابل تسلیم یقین کرتے ہیں۔ بدینوجہ معتقدین مذاہب انبیاء علیہم السلام کو جو بجائے خود اسی قسم کے خیالات رکھتے ہوں آپس میں اختلاف نہ کرنا چاہئے۔ خصوصاً اس وجہ سے اور بھی کہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق بلا شبہ محقق علم الٰہی ہے اور علم الٰہی میں تغیر و تبدل کو دخل نہیں ہو سکتا—

اور اگر (قران) خدا کے سوا کسی اور) کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے	ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا (قران مجید۔ النساء)

یہ میں کہہ چکا ہوں کہ خدا شناسی کا فطری جذبہ یا مذہب کا خیال عارضی نہیں ہے۔ آدمی کوئی بھی ہو کہیں کا بھی ہو کبھی اور کسی وقت اس سے خالی نہیں رہ سکتا۔ اس کا سلسلہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ اُخوت کے پہلے واعظ بھی یہی تھے اور اِن کی نسل کے نامور بزرگ ہر زمانہ میں اسی کا وعظ دیتے رہے ہیں۔

* پروفیسر ہکسلی ۱۲

ھمارے پاس کوئی ایسی مکمل فہرست تو موجود نہیں ھے جس سے ھم پیغمبروں کا صحیح شمار معلوم کرسکیں کہ کون کس زمانہ میں اور کس ملک میں مبعوث ھوا البتہ اتنا جانتے ھیں:—

اور کوئی اُمت ایسی نہیں (ھوئی) کہ اس میں ڈرانے والا نہ گزرا ھو—	وان من اُمة الا خلا فیھا نذیر (الفاطر-ع ۲)

اور نیز یہ جانتے ھیں کہ جتنے پیغمبر ھو گزرے ھیں سب کے سب خدا کے بارے میں اسلامی عقائد سکھاتے سمجھاتے رھے ھیں مگر افسوس ھے کہ ھمارے زمانہ کے لوگ باوجود یکہ اپنے تئیں ان کی اُمت اور اُن کا متبع تو کہتے ھیں مگر یہ اپنے حقیقی مذھب کی اصلی روح سے کوسوں دور ھیں-اسلام کی نسبت قرآن مجید کہتا ھے:-

(لوگو! خدا نے) تمھارے لئے دین کا وھی رستہ ٹھہرایا ھے جس (پر چلنے) کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور (اے محمد) تمھاری طرف (بھی) ھم نے اسی رستے کی وحی کی ھے اور اسی کا ھم نے ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو (بھی) حکم دیا تھا کہ (اسی) دین کو قایم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا-	شرع لکم من الدین ما وصیٰ به نوحاً والذي أوحینآ اِلیک و ما وصینا به اِبراھیم و موسیٰ و عیسیٰ أن أقیموا الدین و لا تتفرقوا فیه- (الشوریٰ-ع-۲)

اسلام میں یہ ایک خاص خصوصیت ہے کہ غیر مذہب والوں کے مذہب و اعتقادات سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا نصیحت بھی کرتا ہے تو مشفقانہ حیثیت سے، ملائمت و نرمی کے ساتھ، متنبہ بھی کرتا ہے تو خاص انداز سے، دھمکاتا اور خوف بھی دلاتا ہے تو صداقت کی ترغیب دلاکر۔اس میں دوسرا بڑا وصف یہ ہے کہ مذہبی معاملات میں جو آزادی اس نے عطا کی ہے وہ بے مثل ہے۔مشہور و معروف فرانسیسی عالم ایم ڈی سینٹ ھلیز کی رائے ہے:-

"اسلام میں کوئی بات مشتبہ یا قدرت کی باتوں سے بڑھ کر بطور انوکھی شے کے نہیں ہے، مذہب اسلام خود اس بات کا مخالف ہے کہ وہ کسی پردے میں پوشیدہ کیا جائے اور اگر اب اس میں چند شبہات موجود ہیں تو اس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ہے کیونکہ وہ ابتدا ہی سے ایسا صاف اور سچا ہے جتنا ہونا ممکن ہے"۔

صرف غور طلب امر یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ضرورت کے وقت آسمان سے باران رحمت متواتر برساتا رہتا ہے اسی طرح وقتاً فوقتاً عین موقعہ پر اس کی روحانی رحمت کی جھڑی یعنی وحی و الہام کا آسمانی مینہ برستا رہا اگر لوگوں کی غفلت سے آسمانی کتاب اپنی اصلیت پر قایم نرہی تو ایک نیا مجدد بھیج دیا اور ان کی اصلاح کے لیے ایک اور نئی کتاب بھی بھیج دی جو پہلی کتاب کے موافق اور اس کی مصدق تھی۔یہ سلسلہ وحی و رسالت کا اسی دن سے شروع ہوا

جب سے دنیا میں انسان نے قدم رکھا - سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم ہیں جن پر قرآن شریف نازل ہوا تاکہ وہ جو راہ حق سے دور پڑے بھٹک رہے ہیں صداقت شعار بن جائیں اور دین فطرت کو اختیار کرلیں چنانچہ کتب آسمانی جنہیں ہم مجموعۂ قوانین الٰہی کہہ سکتے ہیں اور ایک ہی مقنن یعنی احکم الحاکمین کے بنائے ہوے ہیں ان کے تمام احکام میں ایک عجیب طرح کا تناسب پایا جاتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذاہب انبیاء کے اصول اور ان کی شرائع کے آئین میں کبھی اور کسی زمانہ میں اختلاف نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ ایک کتاب دوسری کتاب کی تائید کرتی رہی۔ اسلام کے مد مقابل مذہب پر جو ناصرہ کے پیغبر کا ہے ایک نظر ڈالو - عیسائی مذہب کی ابتدا خدا کے اس برگزیدہ اور نیک بندہ سے ہے جن کو مسلمان حضرت یحییٰ نبی کہتے ہیں اور عیسائی "جان دی بپٹسٹ" - جو فرمایا کرتے تھے :-

"بیابان میں ایک منادی کرنے والے کی آواز ہوں کہ تم خدا کی راہ درست کرو صحرا میں ایک سیدھی شاہراہ تیار کرو" —

جن کے پاس دریائے یردن کے کنارے بپتسمہ (اصطباغ) لینے کے لیے حضرت عیسیٰ آے تھے - اور جن کا یہ ارشاد ہے :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں - منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" —

لیکن افسوس ہے کہ یہ دنیا میں مختصر سی زندگی

لے کر آئے تھے - ان کی زندگی نے وفا نہ کی
ان کا مشن نا تمام رہ گیا - مگر اس پر بھی اس
کا قطعی دار مدار اس عجیب شخص کی ذات سے منسوب کیا
گیا جس کو لوگوں نے اس کے تقدس ذاتی کے باعث خدا
سمجھا - خدا کا بیٹا مانا ' تین میں کا ایک ' ایک میں کا تین
کہا ' یعنی توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے
قائل ہوئے - اس کی ذات کو گنہگاروں کے گناہوں کا فدیہ
ٹھہرایا جو عقل اور قانون قدرت دونوں کے خلاف ہے —

حالانکہ اس مقدس پیغمبر بزرگ کی زبان پر تا دم
رخصت یہ الفاظ رہے تھے :—

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا
تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں
نہ جاؤں تو فارقلیط * تمہارے پاس نہ آے گا"
(انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷) —

بالآخر حضرت عیسیٰ کی بشارت صحیح ثابت ہوئی - حضرت
ختم المرسلین مبعوث برسالت ہوے اور مشیت ایزدی نے

---

* انجیل کے اُردو نسخوں میں بجائے فارقلیط کے کہیں
مددگار کہیں تسلی دینے والا کہیں وکیل کہیں شفیع اور کہیں
پیریکلیطاس لکھا ہے جو یونانی لفظ ہے - حضرت عیسیٰ کی زبان عبرانی
تھی اس لیے آپ نے فارقلیط کا لفظ فرمایا تھا - بشپ مارش صاحب
کی یہی رائے ہے مگر جب انجیلیں یونانی زبان میں لکھی گئی ہیں
تب فارقلیط کی بجاے پیریکلیوطاس لکھا گیا تھا نہ پیریکلیطاس
جس کے معنی تسلی دہندہ بتائے جاتے ہیں کیونکہ پیریکلیوطاس
فارقلیط کا ٹھیک ترجمہ ہے جس کا عربی زبان میں صحیح
ترجمہ لفظ "احمد" ہے (دیکھو خطبات احمدیہ) —

تکمیل دین کا سہرا ابن عبداللہ کے سر پر باندھا اور جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش عالم سے اپنے زمانہ تک کے تمام پیغمبروں کی رسالت کو برحق ٹھہرایا اور دنیا کے تمام الہامی مذہبوں کی تکمیل کردی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :—

آلیوم آکملت لکم دینکم	آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے پورا کر دیا —

قرآن مجید نہ صرف مسلمانوں کا مذہبی دستورالعمل ہے بلکہ ان کا ملکی اور معاشرتی قانون بھی ہے اور یہ ان کی بیحد و بے انتہا روحانی اور مادی ترقیوں کا ضامن اور کفیل بھی ہے - لیکن افسوس ہے کہ ایک زمانۂ دراز سے مسلمانوں نے قرآن مجید کی اس خصوصیت کو دلوں سے فراموش کردیا ہے اور یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ دینی ترقی (روحانی) اور دنیاوی (مادی) ترقی دونوں متضاد ہیں - اس خیال نے مسلمانوں کو دو جماعتوں میں منقسم کردیا ہے ایک روحانی جماعت ہے ' اور دوسری دنیاوی حالانکہ حقیقت میں یہ خیال قرآن مجید کی تعلیم کے بالکل مخالف ہے - تاہم اول الذکر جماعت کا خیال ہے کہ "دنیاوی ترقی" کرنا دینی ترقی کے مخالف ہے ' اصلی مسلمان کبھی دنیاوی ترقی نہیں کرسکتے - مسلمانوں کا بہترین کام دنیا سے بے خبر رہنا اور اللہ اللہ کرتے رہنا ہے - مسلمانوں سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے انہیں

جنت ملے گی دنیا نہیں مل سکتی۔ دنیا مسلمانوں کے لئے بمنزلہ دوزخ کے ھے اور کافروں کے لیے جنت* ھے۔ اور انھوں نے اپنے اس خیال کا نام اسلام رکھا ھے اور اس سے لاعلم ھیں کہ:—

فلسفہ الٰہی کے مطابق فلسفۂ اجتماع کی تکمیل کا نام "اسلام" ھے جو انسانی مراحل زندگی تمام راھوں میں کی رھنمائی کر کے خدائی منزل تک لے جاتا ھے اور نہ صرف اس جہاں میں بااصول زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ھے بلکہ ایک دوسرے جہان کی کیفیت بتاتا ھے اور آخرت کا یقین دلاتا ھے

موخرالذکر جماعت نے جس نے محض دنیاوی ترقی کرنے کی دھن میں اسلام کی اصلی اور حقیقی تعلیم کو پس پشت ڈال رکھا ھے۔ اپنی لاعلمی کے باعث یہ سمجھ رکھا ھے کہ اسلام کی تعلیم دنیاوی ترقی کے حق میں سم قاتل ھے۔

* امام فخرالدین رازی دنیا کی مذمت کرنے کے مخالف ھیں آپ کی راے میں حیات دنیا کی مطلقاً مذمت ھرگز نہیں کی جاسکتی کیونکہ "اُخروی سعادت" صرف اسی دنیاوی حیات میں رہ کر حاصل کی جاسکتی ھے۔ جس حیات دنیا کو برا کہا گیا ھے وہ کفار کی حیات ھے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ھیں کہ اس سے مشرکین و منافقین کی حیات مراد ھے اور مشرکین و منافقین کی حیات دنیا کو اس لئے برا بتایا گیا ھے کہ مومن کی حیات دنیا میں اعمال صالحہ ھوتے ھیں اس لیے وہ کبھی لہو لعب قرار نہیں دی جاسکتی (دیکھو تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۳۳ مطبوعۂ مصر) مولانا روم فرماتے ھیں:—

چیست دنیا ازخدا غافل بدن * نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ھے کہ اسلام کی تعلیم دنیاوی ترقی کے حق میں سم قاتل ھے۔ حالانکہ قرآن مجید کا دعوی ھے کہ مسلمانوں کی روحانی ترقی کی تکمیل کی علامت یہ ھے کہ وہ انتہائی دنیاوی ترقی کرسکیں اور پورے غالب ھوجائیں۔ ذلت و خواری، تنزل و ادبار، الہی غضب اور عذاب خدا کی علامات ھیں۔ اس پر طرہ یہ کہ سائنس اور فلسفہ کی ادھوری تعلیم نے انہیں اور بھی مذھب کی طرف سے بدگمان کردیا ھے۔ ھربرت اسپنسر کا قول ھے:

"سائنس جو رائج ھے اس میں لامذھبی کی روح غالب ھے مگر نہ اس سچے سائنس میں جو سطح سے گزر کر تہ تک پہونچ گیا ھے۔"
(دیکھو کتاب ایجوکیشن مصنفہ ھربرت اسپنسر)

شعرا آدمی کو فانوس خیال سے تشبیہ دیتے ھیں اگر اس کا مصداق پوری طرح سے مسلمانوں کو ھی قرار دیاجائے اور ان کے اُن اعتقادی خیالات کی کشمکش کو جس میں یہ ایک زمانۂ دراز سے مبتلا ھیں ان کے من گھڑت خیالات کا ھی نتیجہ قرار دیں —

وہ (اپنی غلط فہمی سے) اسی خیال میں ھیں کہ وہ اچھے کام کر رھے ھیں۔	یحسبون انهم یحسنون صنعاً الکھف - ع ۱۲

تو یہ خود مسلمانوں کا قصور ھے نہ کہ اسلام کا جس کا مقصد اقوام عالم کے تفرقے مٹانا اور اخوت کی تعلیم دینا ھے۔

قطع نظر اس کے اگر ہم زیادہ وسعت نظر سے کام لیں تو ہمیں انسانی دنیائے خیال کا جھگڑا عالمگیر دکھائی دے گا جس سے نہ ہندو محفوظ ہیں نہ عیسائی نہ کوئی اور - مثلاً یورپ کی مہذب عیسائی قوموں پر نظر ڈالو، یہ بھی اختلاف خیالات کی کشمکش سے ہنوز فارغ نہیں ہوئی ہیں - ایک زمانۂ دراز تک رومن کیتھولک عیسائیوں کے عقائد عیسائی دنیا کا مقبول عام مذہب بنا رہا لیکن جب مارٹن لوتھر* دین اسلام سے ہدایت پاکر عیسائی مذہب کا مصلح بنا تو اس نے اپنے اہل مذہب کو سب سے پہلے بت پرستی سے تائب کیا اور پوپ کی غلامی سے آزاد کرنے کے لئے پھر اس نے وعظ بیان کئے جس کی بدولت ہم لاکھوں عیسائیوں کو پروٹسٹنٹ مذہب میں دیکھتے ہیں، اس کے مقابلہ میں اب رومن کیتھولک عیسائیوں کی روحانی اور مادی حالت تنزل کر رہی ہے - انگلستان کے عروج اور اسپین کے زوال کا مقابلہ کرو - آسٹریا کا ضعف اور جرمنی کی قوت کا اندازہ لگاؤ - حریت و مساوات اسلام کی پاک تعلیم کا ایک ضروری

---

* جینی بوارڈ نے یورپ کی طرف سے مارٹن لوتھر اور مصلحان جرمنی کے ذمہ یہ الزام لگایا تھا کہ وہ عیسائیوں میں مذہب اسلام کو جاری کرنے اور تمام پادریوں کو اس مذہب میں لانے کی کوشش کرتے ہیں - مراکسی کی بھی یہ رائے ہے کہ مذہب اسلام میں اور لوتھر کے عقیدے میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے - غور کرو دونوں بت پرستی کے مخالف ہیں - مارٹبنیس الفانسس اور والدس کا بیان ہے کہ تیرہ مسائل اس بات کے ثابت کرنے کو موجود ہیں کہ اسلام میں اور لوتھر کے مذہب میں مطلق فرق نہیں ہے ۱۲

مسئله هے افسوس هے که مسلمان اپنے اس مسئله کو بھی قرآن مجید کی صحیح اور اصلی تعلیم پر عمل نه کرنے کے باعث بھولے ھوے ھیں اور برخلاف ان کے یورپ کے بعض فلاسفه اس سے مستفید ھوکر اس خیال کی اشاعت کے لئے اُٹھ کھڑے ھوے۔ یورپ میں یه خیال ایسا مقبول ھوا که اس نے سوشیلسٹ فرقے یعنی جماعت اشتراکیئین کی بنیاد رکھدی اور یه اسی حریت و مساوات کی بدولت هے که اب یورپ کی قدیم جماعتوں کی بنیادیں متزلزل ھو گئی ھیں اور اس نے مدبرین سیاست کی عملی زندگی کو ایک خاص دائرہ میں محدود کر دیا هے" ان واقعات سے جو سوال پیدا ھوتا هے اس کے جوابدہ یه دونوں مذھب نہیں ھو سکتے۔ اگر مسلمانوں نے اپنے مذھب کی روح کو فراموش کر دیا هے یا عیسائیوں کے بعض فرقے اسلام سے متاثر ھوکر اپنے مذھب کی اصلی روح کی معرفت حاصل کرنے لگے ھیں اور بعض شامت اعمال سے تا حال اسے بھلاے بیٹھے ھیں تو یه اسلام اور دین مسیحی یا ابن عبداللہ اور ابن مریم کا مقابله نہیں هے که ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاے بلکه یه دو قوموں کے متعلق (بغیر ان کے اندرونی اختلافات کے مجموعی طور پر جو نتائج که اس زمانه میں پیدا ھو چکے ھیں) ایک کے زوال کا اور دوسری قوم کی ترقی کا سوال هے —

اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت کا بین ثبوت اس سے بڑہ کر اور کیا ھو سکتا هے که وہ مذھب جس کی عمر ساڑھے

تیرہ سو سال سے زیادہ نہیں۔ اس کی پاک تعلیم اقوام عالم کے قلوب پر اپنا گہرا اثر ڈال رہی ہے اور اس وقت دلدادگان اسلام کی تعداد دنیا بھر میں بائیس کروڑ ہے۔ اسلام کی شروع سے اب تک کی حالت پر غور کرنے سے میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کی ترقی اور ان کے عروج کا راز قرآن مجید کی اصلی تعلیم میں مستتر ہے۔ یہ مسلمانوں کی بد قسمتی ہے کہ اقوام مغرب جو ہماری طرح سے اِسی دنیا کے رہنے والے ہیں وہ تو اسلام کی تعلیم سے اپنی فوز و فلاح کا ذریعہ ڈھونڈھ نکالیں اور ہماری قوم غالب کے اس شعر کی مصداق بنے:—

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی ہے تو سنہ ۱۹۱۷ع میں جب کہ عبداللطیف صاحب، خواجہ الطاف حسین صاحب، امجد حسین مرحوم اور محمود حسین صاحب، انگلستان کی کیمبرج - اڈنبرا اور برمنگھم کی مشہور یونیورسٹیوں میں تعلیم پا رہے تھے ان کی مذہبی معلومات اس وقت اتنی ہی مختصر سی تھی جتنی کہ عام طور پر ایک سیدھے سچے مقلد مسلمان کی ہوا کرتی ہے۔ بدیں وجہ میرے ان دوستوں کے دل میں اسلام کی طرف سے شکوک پیدا کرنے کے خیال سے ایک پادری صاحب نے مذہبی چھیڑ چھاڑ نکالی اور ان سے بعض ایسے سوالات کئے کہ یہ دنگ رہ گئے۔ خصوصاً عزیز قلبی، محب دلی، شہید راہ علم، مدفون مسجد ووکنگ لندن

خطیب وانمباڑی امجد حسین مرحوم جن کی بے وقت کی موت اور جوان مرنے کے غم میں:—

ھچکی بندھ جاتی ھے اے مخزن لطف و خوبی
یاد کرکر کے تجھے کرتا ھے عالم شیون

یہ اور عزیزی محمود حسین صاحب تو جوش مذھبی کے باعث اس درجہ اُن سوالات سے متاثر ھوے کہ انھیں باوجود مشاغل علمی کے اپنے قلوب کو مطمئن کر نے کے لئے صداقت اسلام کی نسبت معلومات بہم پہنچا نے کی ضرورت محسوس ھوئی آخر انھوں نے اپنے فاضل اجل والد نواب سر احمد حسین امین جنگ بہادر چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام - صدرالمہام پیشی ڈپارٹمنٹ سے استفسار کیا - آپ نے باوجود اپنے اھم فرائض منصبی کی ذمہ داریوں کی مصروفیت اور عدیم الفرصت ھونے کے جس کا اندازہ کرنا دشوار ھے اپنی فرصت کے قلیل اوقات میں اسلام کے بہترین مذھب ھو نے کے ثبوت میں چند یاد داشتیں لکھہ کر اپنے ھفتہ وار خطوط کے ساتھہ منسلک کر کے اپنے بچوں کے پاس انگلستان بھیج دیں - یہ دراصل نوٹس نہیں ھیں بلکہ اسلام کی خوبیوں کے تلاطم خیز سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ھے - ان کے لکھنے سے آپ کا منشا بجز اس کے اور کچھہ نہ تھا کہ آپ کے بچے آپ کی اس راے سے جو اسلام کے متعلق ھے کامل واقفیت حاصل کر کے اپنی معلومات کو بڑھائیں اور اسلام کی نسبت کسی قسم کے شک و شبہ کو اپنے نزدیک پھٹکنے بھی نہ دیں—

میرے مخدوم و محترم کرم فرما جناب خان بہادر

حاجی مولوی خواجہ محمد حسین صاحب چیف میڈیکل افسر ریاست بیگن پلی نے اپنی اس بے مثل محبت کے باعث جو آپ کو صاحب موصوف کی ذات سے ہے آپ سے باصرار تمام ان یاد داشتوں کو "نوٹس آن اسلام" کے نام سے طبع کرکے شائع کرنے کی اجازت حاصل کی۔ چنانچہ اسے مرتب کرتے وقت عالی جناب مولوی سید حسین نواب عماد الملک بہادر بلگرامی سی۔ ایس۔ آئی، ایف۔ ایم۔ یو۔ مسٹر جے۔ سی ملونی۔ آئی۔ سی۔ یس، خان بہادر مولوی عبدالرحیم صاحب بی۔ اے بی۔ یل اور بعض دیگر نامور حضرات نے اس کے مسودوں کو پڑھ کر اپنے بیش بہا خیالات بھی مصنف کے گوش گزار کردیے تھے۔ اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ "نوٹس آن اسلام" کس پایہ کی کتاب ہے۔

میں نے اسے پڑھا اور غور کیا فی الحقیقت اسلام کی صداقت۔ حقانیت اور سائنس کے موجودہ خیالات سے اس کی مطابقت کے متعلق آج تک ایسی بے تعصب کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ میرا دل اس کتاب کو پڑھتے وقت باغ باغ ہوجاتا تھا اور اس کے ہر مضمون کا طرز بیان مجھے یہ کہتا ہوا معلوم ہوتا تھا کہ۔ ع:—

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

بالآخر میرے دلی شوق نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا

کہ چوں کہ زبان اردو میں اس قسم کی کتاب کا وجود نہیں ہے اس لئے اگر میں اپنے سچے محسن اپنے سرپرست و مربی قدر دان علم و ہنر نواب صاحب دام اقبالہم سے ''نوتس آن اسلام'' کا جو انگریزی زبان میں کئی بار شایع ہوچکا ہے اُردو میں ترجمہ کرنے کی اجازت حاصل کرلوں تو مجھے بڑا فخر حاصل ہوگا—

بدینوجہ میں عالی جناب معلی القاب نواب سر احمد حسین امین جنگ بہادر سی-ایس آئی، کے-سی-آئی-ای، یم-اے، بی-یل، ایف-آر-اے-ایس چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام صدرالمہام پیشی ڈپارتمنت کا منت پذیر ہوں جو مجھے آپ کے کرم سے آپ کی بے مثل کتاب ''نوتس آن اسلام'' کا عام فہم اُردو میں ترجمہ کرنے کا فخر حاصل ہوا—

میں نے اس ترجمہ کا نام ''حقیقت اسلام'' رکھا ہے اور حتی الامکان اس امرکی کوشش کی ہے کہ اصل کتاب کے جو مضامین فلسفیانہ اور دقیق ہیں وہ بآسانی ہر شخص کی سمجھ میں آجائیں اور کسی قسم کی پیچیدگی نہ رکھنے کے خیال سے جا بجا مصنف کے حاشیوں کے علاوہ ضروری حواشی کے لکھنے میں بھی تحقیق سے کام لیا ہے تاکہ علی الخصوص مدارس کے نو تعلیم یافتہ

جوان اور بالعموم تمام مسلمان سمجھیں اور غور کریں کہ اسلام اور قرآن مجید کی اصلی اور حقیقی تعلیم کیا ہے اور موجودہ سائنس کے خیالات سے یہ کس قدر مطابق ہے۔ سچ ہے—

آن محقق ہرچہ میگوید حق است
آن مقلد ہرچہ می گوید دق است

واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم

حیدرآباد دکن
۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ

الراقم
محمد علی بشیر

مسلم کی مناجات

سورۂ فاتحہ*

لایق وصف ہے خدا - توھی ہے عالموں کا رب!

ہے تو رحیم و مہربان - مالک روز حشر و نشر!

کرتے ہیں بندگی تری - چاہتے ہیں مدد تری'

سیدھی دکھا تو اُن کی راہ - جن پہ کہ تیرا فضل ہے'

راہ نہ اُن کی تو دکھا - جن پہ تیرا غضب ہوا'

ہم کو بچا تو راہ سے - گمرہوں کی جو راہ ہے'

آمین —

---

* سورۂ فاتحہ کا ترجمہ نثر مرجز (یا بلینک ورس) میں کہا گیا ہے اس میں وزن کا خیال تو میں نے رکھا ہے مگر قافیہ کی پابندی سے بقاعدۂ بلینک ورس یہ آزاد ہے - مترجم —

ہماری دعا

لایق تعریف ہے تو اے خدا
عالموں کا رب ہے (اور خالق ہے تو)
رحم والا ہے بڑا ہے مہربان
حاکم و مالک ہے روز حشر کا
کرتے ہیں تیری عبادت خاصکر
اور اعانت چاہتے ہیں ہم تری
کر ہدایت ہم کو سیدھی راہ کی
راہ اُن لوگوں کی نعمت جن کو دی
رہ نہ ان کی جن پہ ہے تیرا غضب
اور نہ ان کی راہ جو گمراہ ہیں

آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

تمہید

لطیف اور الطاف! تمہیں یاد ہوگا ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا اس وقت تم نے مجھے لکھا تھا کہ کسی پادری صاحب کے چند سوالات نے تمہیں الجھن میں ڈال دیا ہے - امجد اور محمود تو اس درجہ کے مغالطہ میں آئے کہ دریافت کرنے لگے کہ پھر * اسلام ہے کس کام کا؟

* ہمارے زمانے کے اکثر مسلمانوں نے اپنی شامت اعمال اور غفلت سے شریعت اسلام کو پس پشت ڈال دیا ہے یہ اس بات کو فراموش کر بیٹھے ہیں کہ ہماری ترقی کا راز دراصل اسلام کی پاک تعلیم کے اندر پوشیدہ ہے اسی وجہ سے قومی زوال مسلمہ اور اسلامی سلطنتوں کا کمزور ہونا صحیح ہے - اور ذرا بھی شک نہیں ہے کہ مغرب کی عیسائی سلطنتوں نے اسلامی ممالک کے حصے بخرے کر ڈالے ہیں اور جو بچے کھچے رہ گئے ہیں اُن پر بھی دندان آز دراز کیے ہوئے ہیں - یہ اسلام کا قصور نہیں ہے بلکہ 'ہرچہ ہست از قامت ناساز بد ہنگام ماست' - بایں ہمہ یہ بھی اسلام کی بھولی ہوئی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ مسلمان جانتے ہیں کہ ہم اللہ کے مطیع

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

جب عیسائی حکومتوں* کی قوت سے متاثر ہو کر مسلمانوں
کی سلطنتیں کمزور ہو گئی ہیں اور ان کے ممالک ٹکڑے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ ۲۱) و فرماں بردار اور امن پسند بندے ہیں ہمیں ہر حالت میں راضی برضا رہ کر اپنے بادشاہ اور اپنے حاکم وقت کی اطاعت کرنا چاہئے - یہ ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنے کو برا جانتے ہیں اور امن و امان کی زندگی بسر کرنے کو اچھا سمجھتے ہیں - قوموں کے عروج و زوال کے واقعات ہمیشہ پیش آتے رہے ہیں:—

اور یہ اتفاقات وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں—	و تلک الایام نداولها بین الناس (قرآن مجید سورۂ آل عمران ع ۱۲)

یعنی آج جو حاکم ہے کل وہ محکوم بن جاتا ہے آج ایک کی سلطنت ہے کل وہی دوسرے کی بادشاہت میں شامل ہو جاتی ہے- مسلمان جو اس ذلت و ادبار میں گرفتار ہیں یہ خود ان کے ہاتھوں کے کرتوت ہیں:—

اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت نہ بدلے—	ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر و ما بانفسهم (قرآن مجید)

تم تاریخ عرب کے صفحے اُلٹو اور مسلمانوں کے ابتدائی زمانہ کے فتوحات پر نظر ڈالو تو اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ اسلام کی حقیقی تعلیم کا سبب تھا کہ اُس زمانہ کے مسلمان اس کی بدولت انتہائی "روحانی" اور "مادی" ترقی کر کے فی الدنیا حسنۃً و فی الآخرۃ حسنۃ کے پورے مصداق بن گئے تھے اور یہ اسلام کی اصلی تعلیم ہی کا نتیجہ تھا جس نے اس وقت کے مسلمانوں کے قلوب کو جذبۂ دینی کی قوت سے ایسا قوی کر دیا تھا کہ ان کے مقابلہ میں دوسروں کی تمام طاقتیں

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

* یہ سنہ ۱۹۱۷ء میں لکھا تھا - مصنف

ٹکڑے ہوے جارہے ہیں—

مئیں نے اس خیال سے کہ اس وقت تم نے اپنی یونیورسٹی کی تعلیم میں معقول ترقی نہیں کی تھی تمھارے استفسارات کا جواب سرسری طور پر دیدیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں تمہیں اس حد تک جہاں تک کہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحۂ ۲۲) اور قوتیں ہیچ ہو گئی تھیں جیسا کہ ہمارے ایک قومی شاعر کا بیان ہے :—

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے
کھیلنے جاتے تھے ایواں گہ کسریٰ میں شکار
وہ اُلٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں
جن کے ہاتھوں میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار

لیکن جب سے مسلمانوں نے اسلام کی حقیقی تعلیم سے رو گردانی اختیار کی اسی وقت سے ان کی دینی اور دنیاوی حالتیں دونوں خراب ہو گئیں چونکہ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی ہے اس لئے جب تک کہ یہ اسلام کی اصلی تعلیم سے بہرہ اندوز نہ ہوں گے اس وقت تک ترقی کی شاہ راہ پر قدم نہ رکھہ سکیں گے۔ بدیں وجہ اسلام کی تعلیم اگر اصلی اور حقیقی رنگ میں دی جاے تو یہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے اور پھر کوئی وجہ نہیں کہ جو عمدہ نتائج اس سے پہلے پیدا ہوے تھے وہ پھر ظاہر نہ ہوں۔ مگر خود فراموشی کی بھی کوئی حد ہے۔ مسلمانوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم کون ہیں—

یہ خدائی گروہ ہے اور خدائی گروہ ہی (آخر کار) غالب رہے گا۔	اُولٰئک حزب اللہ آلا اِن حزب اللہ ہم الغالبون (قرآن مجید)

گویا اسلام زبان حال سے کہہ رہا ہے :-

جس سے ہوں دونوں جہاں تسخیر بے توپ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
(مترجم)

سمجھتا ہوں یہ ذہن نشین کراؤں کہ ہمارے اسلاف کے مذہب کی حقیقت وصداقت کیا ہے - میرا تو یہ پکا عقیدہ ہے کہ دنیا میں جو بہترین * مذہب ہے وہ اسلام ہے - یہاں "اسلام" سے مراد وہ "نرا اور نرنکھار اسلام" ہے جس کے اصلی اصول آسانی سے سمجھ کر اُس کے احکام پر سہل طور سے عمل کیا جا سکتا ہے. میری مراد اُس "مسلمانی" † سے نہیں ہے جس کے پیرو بعض ظاہر پرست ملا ‡ ہیں جو خفیف سی خفیف بات پر لوگوں کو بہشت و دوزخ میں جانے کا فتویٰ دیدیتے ہیں ان کے ارشاد کے موافق اگر کوئی شخص ٹخنے سے نیچی موہری کا پائجامہ پہنتا ہے تو وہ دوزخی ہے اور جس کا پائجامہ ٹخنے سے اونچا رہتا ہے وہ قطعی جنتی $ ہے -

---

* لفظ "بہترین" کہنے سے میرا مطلب اسی قدر ہے کہ یہ انسان کی روحانی اور مادی ضروریات کے اعتبار سے نہایت ہی موزوں ہے - اس سے میرا یہ منشا نہیں ہے کہ میں کسی دوسرے مذہب کی برائی کروں - دیکھو ساتواں نوٹ (مصنف)

† میں نے "اسلام" اور "مسلمانی" میں جو فرق سمجھا ہے اس کے لحاظ سے موخرالذکر خالص اسلام نہیں ہے بلکہ اس نے اسلام کی روح کو فراموش کر دیا ہے اور صرف شریعت اسلام کی تشریحات کو یاد دلا رہا ہے حالانکہ "مذہب کی بوسیدہ ہڈیاں کوئی کارآمد شے نہیں - اصل میں روح ہے جو ہڈیوں میں حرکت پیدا کرتی ہے" دیکھو پانچواں نوٹ - (مصنف)

‡ اسلام میں ایسے ملانون کا کوئی درجہ نہیں ہے تاہم اس زمانے کی "مسلمانی" نے ان کو بڑا درجہ و رتبہ دے رکھا ہے (مصنف)

$ ہمارے زمانے کے اسلامی ممالک کی سیاسی و تمدنی کمزوری کا حقیقی سبب یہی ہے - (مصنف)

افسوس { گر مسلمانی همین است که دارد حافظ
آه گر از پس امروز بود فردائے }

انھیں حضرات نے محض غیر ضروری اور لاحاصل فروعات پر حد سے زیادہ توجہ دے کر اصولی امور کو نظرانداز کر دیا ھے اور اس طرح ھمارے مذھب * کی صداقت اور زندہ روح کو غفلت کی نذر کرکے اُسے ضعیف بنا دیا ھے اور اُن کے بیکار بحث اور مباحثوں سے مذھب ھے کہ خواہ مخواہ بد نام ہو رھا ھے۔ حافظ شیرازی نے ان کی بیجا رد و قدح کی نسبت ٹھیک کہا ھے: ع:-

چون نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

---

* یہ مسلمانوں کی بدنصیبی ھے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم کو فراموش کرکے انھوں نے خود اپنے ذاتی خیالات کی بنا پر ایک نیا مذھب قائم کرلیا ھے اور قرآن و حدیث کے غلط مطالب اور ضعیف روایات کی بیجا تشریحات سے اصل مذھب کو مسموم بنا دیا ھے۔ چنانچہ علامہ عبدہ فرماتے ھیں:- اس طرح پر حق باطل کی تاریکی میں چھپ گیا اور انسانی نفوس میں وہ عقائد راسخ ہوگئے جو دینی اصول کے بالکل متضاد تھے۔ مسلمانوں کی آسمان سے باتیں کرنے والی اُمیدیں غارت ہوگئیں اور ان کو مایوس کرکے بہیمیت کے درجہ پر پہنچا دیا ھے۔ اس وقت جسے اسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ھے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ اسلامی اعمال نماز و روزہ حج کی ظاھری صورتوں کا مجموعہ ھے اور چند اقوال ھیں جن کے معنی میں تغیر کرلیا گیا ھے اور جن کا نتیجہ وہ بدعتیں اور خرافات ھیں جنھوں نے مسلمانوں میں اُس جمود کی نوبت پہنچا دی ھے جس کو میں بیان کرچکا ھوں اور انھوں نے ان کو اسلام سمجھا ھے۔ مسلمانوں پر اس وقت اسلام کے نام سے جو عیب لگایا جاتا ھے اس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ھے بلکہ وہ ایک دوسری چیز ھے جس کا نام انھوں نے اسلام رکھا ھے (مترجم)۔

اسلام میں دو خصوصیتیں ایسی ہیں جن کا میرے دل پر بہت ہی گہرا اثر ہے—

پہلی خصوصیت

اسلام کو سچے عیسائی مذہب سے یا کسی دوسرے مذہب* برحق سے کوئی مخالفت نہیں بشرطیکہ توحید باری تعالیٰ (وحدہ لا شریک لہ†) اس کا ضروری اُصول ہو—

---

* ایک عیسائی مصنف نے محمد صلعم کی تعلیم کا قابل تعریف خلاصہ یہ کیا ہے - "خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں وہی کائنات کا خالق اور اپنے رحم و کرم سے اس کا چلانے والا ہے وہی سزاوار عبادت ہے - تکلیف کے وقت اسی کی ذات پر بھروسہ کرنا، مشیت الٰہی کا شاکی نہونا، جان خواہ تمہاری ہو یا دوسروں کی جو تمہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوں اُسے خدا کی امانت سمجھ کر اس کی مرضی کے حوالہ کر دینا"- مجھے اس بات کا یقین نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب بھی ہے جسے اس تعلیم سے اختلاف ہو- مصنف مذکور نے ھارمس ورتھ انسائیکلوپیڈیا Hormsworth Encyclopedia میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ:- "مسئلہ تقدیر جسے مسلمانوں کا جزو ایمان بتایا جاتا ہے محمد صلعم کی مقررہ شریعت میں اس کی ذرا بھی وقعت نہیں ہے انہوں نے تو بتاکید اس خیال کو صریح طور پر بار بار ذہن نشین کیا ہے کہ محمد نے انقلاب پیدا کرنے کی نہیں فقط اصلاح کرنے کی تعلیم دی ہے"- میں اس آخری جملہ کے منشا کو (جس کے دو لفظوں پر خط کھینچ دیا گیا ہے) موجودہ سیاسی ہلچل کے زمانہ میں تمہارے ذہن نشین کرنے کے لئے جس قدر بھی اس پر زور دوں کم ہے - (مصنف)

† دیکھو پانچویں نوٹ کا چھٹا فقرہ (مصنف)

دوسری خصوصیت

اسلام کی تصدیق و تطبیق* موجودہ سائنس سے جس خوبی سے ہوتی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب کی نہیں ہوتی۔ میں اپنے بعض خطوط† کے ذریعہ تمہیں اس امر سے آگاہ کرچکا ہوں کہ میں نے یہ کیوں باور کیا ہے کہ دراصل اسلام اس شریعت عیسوی کو (جس کی تعلیم حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی اور جو نئے عہد نامہ کی انجیلوں میں درج ہے) استقامت بخشنے اور مکمل کرنے والا مذہب ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پاک تعلیم کی آپ کے حواریوں اور دوسرے لوگوں نے جو تشریحات‡ کی ہیں

---

* پروفیسر ہکسلی کا بیان ہے "سچا سائنس اور سچا مذہب توام بھائی ہیں ان کی باہم جدائی یقیناً دونوں کی موت ہے سائنس میں جس قدر مذہبی روح ہوگی ٹھیک اسی مناسبت سے وہ ترقی کرے گا اور جہاں تک سائنس کی گہرائی اور مضبوطی پر مذہب کی بنیاد قایم ہوگی اسی مناسبت سے مذہب سر سبز ہوگا" —
اس متذکرۂ بالا رائے کے مطابق اسلام کو سائنس کی کسوٹی پر جتنا جی چاہے کسو اُس کی صداقت اتنی ہی نمایاں ہوگی (مترجم)

† مصنف نے اپنے ان خطوط کی نقل نہیں رکھی (مترجم)

‡ ایک فاضل یوروپین عیسائی کا بیان ہے:- تاریخ شاہد ہے کہ ہر مذہب کا بہترین زمانہ اُس کا ابتدائی زمانہ ہے اور پیغمبر کی تعلیم میں اس کے ماننے والے اُس کے بعد کبھی اضافہ نہ کرسکے - اگر مذہب ارتقا سے پیدا ہوتا تو اس کے برخلاف عمل ہوتا - پیغمبر کے بعد کا مذہبی لٹریچر تشریحات، بیانات اور دلائل کا مجموعہ ہوتا ہے زمانہ ما بعد میں پیغمبر اور اس کے ابتدائی شاگردوں کی روایات اور تعلیم کو ہی ہمیشہ اصل ماخذ قرار دیا جائے — (مترجم)

ان سے ہمیں کچھ بحث نہیں۔ البتہ اُن صاف اور صریح الفاظ اور ان کے صحیح معنوں پر اگر ہم نظر ڈالیں جو آپ نے بیان کیے اور وہ باتیں جو آپ نے اپنی زبان * مبارک سے ارشاد فرمائیں، اُنہیں پرکھیں تو صاف معلوم ہو گا کہ ان میں وہی تو عظیم المرتبت صداقت پنہاں ہے جسے ہمارے رسول مقبول صلعم نے سمجھایا تھا۔ اگر فرق ہے تو اتنا کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی† نے وفا نہ کی اس لئے یہ اپنی رسالت کے کام کو ادھورا چھوڑ گئے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے تبلیغ رسالت کے کام کو پورا کر دیا۔ جیسا کہ قران مجید میں ہے :—

اَلیوم اَکملت لکم دینکم	آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے پورا کر دیا۔

غرض کہ یہ دونوں خدا کے برحق پیغمبر تھے—

---

* قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر اِن الفاظ میں کرتا ہے :—

اِسمہ مسیح عیسیٰ بن مریم وجیہاً فی الدنیا والاخرۃ و من المقربین—	اِن کا نام نامی دنیا و آخرت میں مسیح مریم کے بیٹے عیسیٰ ہے اور یہ ان میں سے ایک ہیں جنہیں قرب الٰہی حاصل ہے۔

† حضرت عیسیٰ تینتیس سال کی مختصر سی زندگی لیکر دنیا میں آئے اور مبعوث برسالت ہوے۔ آپ کو بہ مشکل تبلیغ رسالت کے لیے تین سال ملے چنانچہ اس قلیل مدت کو آپ نے توریت کی قایم کردہ توحید کے منوانے میں صرف کیا۔ آپ کی پاک تعلیم کا اندازہ آپ کے اس ارشاد سے بخوبی ہو سکتا ہے :۔

"اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر"۔

(انجیل متی باب ۴) (مترجم)

مجھے اس موقعہ پر زیادہ صراحت کے ساتھہ اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور میں دوسرے مذاہب کو بھی اپنی رائے کی تائید میں اس غرض سے پیش کرنا نہیں چاھتا کہ اگر ان کی حقیقی صداقت کی تحقیق موجودہ سائنس کی روشنی میں کی جائے تو یہ حال منکشف ہو جائے کہ اسلام کی اصلی صداقت کے ساتھہ یہ کس درجہ اصولی* یگانگت رکھتے ھیں - انشاءاللہ پھر کبھی اپنے خیال کے مطابق اس امر کی بھی تحقیق کر کے اس کے نتیجہ کو قلمبند کروں گا —

میرے نزدیک فی الحال اتنا ھی کافی ھے کہ میں نے

---

* مذھب انبیاء علیہم السلام کے ساتھہ دین اسلام کی اصولی یگانگت مسلمہ ھے اسلام اُن لوگوں کو جو اپنے تئیں اھل کتاب کہتے ھیں کچھہ اوپر تیرہ سو برس پہلے سے اُن الفاظ سے مخاطب کر رہا ھے :-

(اے محمد ان سے) کہو کہ اے اھل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف رجوع کرو جو ھمارے اور تمھارے درمیان یکساں مانی جاتی ھے -	قل یآاھل الکتٰب تعالو کلمة سواء بیننا و بینکم (قرآن مجید)

کاش ان کے علماء اپنے مذاھب کی شروع کی صداقت کے متلاشی ھو کر دین اسلام کی روح توحید سے رشتۂ یگانگت کا سراغ لگالیتے تو پھر یقیناً یہ بھی مسلمانوں کی طرح صدق دل سے کہہ اُٹھتے :-

اور جو شخص اسلام کے سوا کُسی اور دین کوتلاش کرے تو خدا کے ھاں اس کا وہ دین مقبول نہیں	و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ (قرآن مجید)

مگر تحقیق و تطبیق کے میدان میں ٹھنڈے دل سے کسی اھل کتاب نے قدم نہ رکھا (مترجم)

اسلام کی پہلی خوبی کی طرف تمہاری توجہ کو مائل کر دیا ھے اور اس کے دوسرے وصف کی نسبت جو بہت ھی عجیب و غریب ھے (یعنی مذھب اسلام جدید سائنس کے خیالات کے بالکل مطابق ھے) تمہاری خاص توجہ کو مبذول کرانے کی غرض سے میرا قصد ھے کہ چند نوٹس لکھوں --

میری راے میں سائنس کی کسی تحریک نے گزشتہ صدی کے خیالات میں اس قدر انقلاب پیدا نہیں کیا جتنا کہ مسئلۂ ارتقا نے' اور اب تو یہ بچے بچے کی زبان پر ھے - تمھیں یہ سن کر تعجب ھو گا کہ بعض اسلامی مسائل ایسے بھی ھیں جن کی مسئلۂ ارتقا سے مطابقت ھوتی ھے - چنانچہ تیرھویں صدی عیسوی میں مولانائے روم نے اپنی مشہور مثنوی میں ان اسلامی مسائل کا اسی طرح سے خاکہ کھینچا ھے جس طرح لارڈ ٹینی سن Tenneyson نے اُنیسویں صدی عیسوی میں اپنی نظم پرنسیس Princess میں بعض جدید خیالات کو نظم کیا ھے --

میری خواھش ھے کہ تم ان مسائل کو نئی شکل اور نئے خیالات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرو - چنانچہ میں ایڈوارڈ کلاڈ Edward Clodd کی قابل تعریف کتاب اسٹوری آف کری ایشن * Story of Creation کو تمہارے مطالعہ کرنے کے لئے پسند کرتا ھوں - چند سال قبل جب میں نے اسے پہلے پہل

---

* یہ لندن کے ریشنلسٹک پریس Rationalistic Press میں طبع ھوئی ھے اور اس کی قیمت ۶ پینس ھے (مصنف)

ڈیکھا ھے تو یہ مجھے ایسی اچھی اور دلچسپ معلوم ھوئی گویا کہ ایک ناول ھے - اس کتاب کا دیباچہ اور دوسرا حصہ بہت آسان ھے - ڈارون "Darwin" والاس "Wallace" ھکسلی "Huxley" اور اسپنسر "Spencer" کی تحریروں نے ھمارے زمانہ میں انسانی خیالات میں جو انقلاب پیدا کر دیا ھے اُس کی حقیقت اس کتاب کے پڑھنے سے بخوبی سمجھہ میں آتی ھے —

(۲)

قرآن مجید کا پہلا سورہ

قرآن مجید کی سورۂ فاتحہ اور اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔ میں نے اس کی تشریح کرنے کی غرض سے آیات کی ترتیب کو فارسی الفاظ اول دوم وغیرہ سے اور آیات کے ذیلی جملوں کو ہندسوں (۱-۲ وغیرہ) سے ظاہر کیا ہے:—

سورۂ فاتحہ	ترجمۂ سورۂ فاتحہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم	(شروع کرتا ہوں میں) اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان ہے—
اول :- الحمد للہ	اول :- ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے—
(۱) رب العالمین	(۱) جو تمام جہان کا پروردگار ہے—
(۲) الرحمن الرحیم	(۲) نہایت رحم والا مہربان
(۳) مالک یوم الدین	(۳) روز جزا کا حاکم
دوم :-	دوم :—
(۱) ایاک نعبد	(۱) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں—
(۲) وایاک نستعین	(۲) اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں—

(۳) اِھدنا الصراط المستقیم	(۳) ھم کو (دین کا) سیدھا رستہ دکھا (یعنی)
سوم:- صراط الـــذین	سوم:- اُن لوگوں کا رستہ
(۱) اَنعمت علیھم	(۱) جن پر تونے اپنا فضل کیا
(۲) غیر المغضوب علیھم	(۲) نہ اُن کا جن پر (تیرا) غضب نازل ھوا —
(۳) ولا الضآلین	(۳) اور نہ گمراھوں کا-
آمین	آمین

تمام سورت تین حصوں میں منقسم ھے اور ھر حصے میں تین تین مضمون ھیں —

پہلا حصہ-وجود باری تعالیٰ

خدا کے تین مخصوص صفات

(۱) رب	(۱) پروردگار (پالنے والا)
(۲) رحمٰن و رحیم	(۲) رحم والا مہربان (نگہبان)
(۳) مالک یوم الدین	(۳) روز جزا * کا حاکم (منصف یا عادل)

---

* اس سے علم معاد کے جملہ مسائل حل ھو جاتے ھیں اور یہ بات سمجھہ میں آجاتی ھے کہ جس کی طرف سے مخلوق کے پیدا کرنے کی ابتدا ھوئی ھے اُس کی طرف بازگشت بھی ضروری ھے (مترجم) —

دوسرا حصہ - حقوق اللہ کے متعلق آدمی کا فرض

(۱) عبادت	(۱) اللہ کی عبادت کرنی چاہئے •
(۲) استعانت	(۲) اللہ کی مدد } طلب کرنا چاہئے
(۳) استہدا	(۳) اللہ کی رہنمائی } طلب کرنا چاہئے

تیسرا حصہ - سیدھا رستہ یعنے مذہب - نوع انسان کے لئے اسلام ہے

(۱) عزت کا رستہ (خدا کا فضل جن کے شامل حال رہا اُن کا رستہ)

(۲) نہ گناہ کا رستہ (نہ اُن کا رستہ جو جان بوجھ کر غلط رستہ چل رہے ہیں)۔

(۳) نہ گمراہوں کا رستہ (نہ اُن لوگوں کا رستہ جو سہوا بھٹک گئے ہیں)۔

غور طلب امر یہ ہے:—

(الف) دوسرے حصہ میں انسان کے تین فرائض بتائے گئے ہیں ان میں کا ہر ایک فرض خدا کی اُن ہر سہ صفات کے متعلق ہے جن کا ذکر پہلے حصہ میں کیا جا چکا ہے۔

---

† چونکہ انسان کی تمام قوتوں اور مقدرت کا مرجع اللہ برتر ہے اور اُس کی قوت و عظمت کے مقابلہ میں غیر کی طاقت و نمود قابل اعتبار نہیں اس لئے آدمی اپنے قلب کی صفائی اور دین و دنیا کے مقاصد حاصل کرنے کے لوے بجز اللہ کی ذات پاک کے کسی دوسرے کی عبادت نہ کرے — (مترجم)

(ب) تیسرے حصہ میں وہ عزت کا رستہ جو سیدھا رستہ ہے بتایا گیا ہے۔یہ درمیان کی راہ دو دشوار رستوں کے بیچ میں سے نکلی ہے یعنی ایک طرف تو دیدہ و دانستہ گناہ کرنے والوں کا رستہ ہے اور دوسری طرف وہ رستہ ہے جس پر گمراہ چل رہے ہیں۔

(ج) اسلام کی نماز بمقابلہ عیسائی مذہب کی نماز کے سہل و آسان ہے۔ میں ایک کو اچھا اور دوسری کو برا نہیں کہہ سکتا بلکہ دونوں بہت اچھی ہیں البتہ ایک دوسری سے زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے اور یہ فرق مقابلہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ دونوں نمازیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:—

مسلمانوں کی نماز	عیسائیوں کی نماز
فاتحہ	خدا کی دعا
تعظیم	تعظیم
(الف) الحمد للہ رب العالمین ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔	(الف) اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہت آئے
الرحمن الرحیم مالک یوم الدین نہایت رحم والا مہربان روزجزا کا حاکم	

اطاعت (اسلامی نماز)
(ب) اِیاک نعبد وایاک نستعین
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور
تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔
منت
(ج) اِھدنا الصراط المستقیم
صراط الذین
ہم کو (دین کا) سیدھا رستہ
دکھا ان لوگوں کا رستہ
انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم
جن پر تو نے (اپنا) فضل کیا
نہ اُن کا جن پر تیرا غضب
نازل ہوا۔
ولاالضالین۔ آمین
اور نہ گمراہوں کا۔ آمین
(قرآن سورہ ۱)

اطاعت (عیسوی نماز)
(ب) تیری مرضی جیسی
آسمان پر پوری ہوتی ہے
زمین پر بھی ہو۔
منت
(ج) ہماری روز کی روٹی
آج ہمیں دے اور جس طرح
ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف
کیا ہے تو بھی ہمارے قرض
ہمیں معاف کر اور ہمیں
آزمایش میں نہ لا بلکہ برائی
سے بچا۔
آمین
(انجیل متی باب ۶ آیت ۹ تا
۱۳)

اگر تم ہوشیاری کے ساتھ ہر دو نماز کے اُن فقروں کا مقابلہ کروگے جن پر میں نے (الف) (ب) اور (ج) کا نشان لگادیا ہے تو تمھیں بجز زبان کے فرق کے ان کے اصلی مطلب میں کوئی اختلاف نہ معلوم ہو گا۔ دونوں نمازوں میں —

(الف) تعظیم
(ب) اطاعت اور
(ج) منت

کی ایک ھی خواهش پائی جاتی ھے - یہ دونوں خدا کی تعریف سے شروع ھوتی ھیں جو سزاوار حمد ھے - دونوں میں اس کی ذات پر ھمارے کامل بھروسہ کرنے، راضی برضا رھنے، عمل نیک کرنے کی ھدایت اور حرص و ھوا سے محفوظ رکھنے کی توفیق عطا کرنے کا مذکور ھے —

دنیا کے مذھبی طریقوں کے بالمقابل مطالعہ کرنے سے جو نتائج پیدا ھوتے ھیں ان کے بالکل مطابق عیسائیوں کی اور نیز مسلمانوں کی نماز کے ھر سہ حصے (الف) (ب) و (ج) ھیں یہ تمام مذاھب کے ان ھر سہ حقیقی عنصر کی مطابقت کا دعوی کرتے ھیں :-

(الف) وجود باری تعالی کا "اعتقاد" جو یکتا و بے نیاز ھے -

(ب) اس قادر مطلق کی ذات پر کامل بھروسہ رکھنے کا "احساس" اور

(ج) انسان کی روزانہ زندگی میں اس قادر مطلق کی ھدایت طلب کرنے کی آرزو اور جستجو کی "خواهش" —

اس سے تمھیں یہ معلوم ھوگا کہ انجیل کی خدا کی نماز اور قرآن مجید کے ابتدائی سورہ کی تعلیم دنیا کے تمام مذاھب کی بنیادوں تک پہنچتی ھے - فی الحقیقت یہ دونوں ایسی جامع نمازیں ھیں کہ ان کو خضوع کے ساتھ پڑھنے میں کسی شخص کو ذرا بھی تامل نہ کرنا چاھئے —

ھمیں اُن تمام مذاھب کو جن کے اصول میں خدا کی وحدانیت (توحید) لازمی ھے اُسی نظر سے دیکھنا چاھئے جس نظر سے کہ سینٹ پیٹر "St. Peter" نے یہ لکھتے وقت

دیکھا تھا:-

"اب مجھے پورا یقین ہو گیا کہ خدا کسی کا طرفدار نہیں۔ بلکہ ہر قوم میں جو اس سے ڈرتا اور راست بازی سے رہتا ہے وہ اس کو پسند کرتا ہے"۔ (اعمال باب ۱۰ آیت ۳۴-۳۵) —

اسی طرح قرآن مجید میں بھی:—

جو لوگ ایمان لائے ہیں	آلذین امنوا
اور نیک عمل کرتے ہیں	وعملوا الصلحت

جا بجا آیا ہے—

زبور میں ہے:-

"خدا پر اعتقاد رکھ اور بھلائی کر"—

(۳)

۱ - مذھب کیا ھے؟

میں بیان کرچکا ھوں کہ حقیقی اسلام دنیا میں بہترین مذھب ھے- اپنے اس قول کو ثابت کرنے کے لئے مجھے اب ان امور کا بیان کرنا ضروری ھے: —

۱ - مذھب سے میری کیا مراد ھے؟

۲ - حقیقی اسلام کیا ھے؟

۳ - اسلام کیوں بہترین مذھب ھے؟

۱ - مذھب، الٰہ اور کائنات

مذھب

کوئی ذی فہم شخص ایسا نہ ھوگا جس نے اپنے اطمینان کی غرض سے اپنے دل سے آپ ھی آپ یہ سوالات نہ کئے ھوں: —

یہ عالم کہاں سے آیا؟ اور اس کی انتہا کیا ھوگی؟ یا یوں کہو کہ عالم انسانی، عالم حیوانات و نباتات اور وہ اشیا جن کا میں ھر روز مشاھدہ کرتا ھوں ان کا مبدا کیا ھے اور انجام (معاد) کیا ھوگا؟ ان سوالات کا جواب جو شخص جس پیرائے میں دے وھی اس کا مذھب ھے- البتہ بعض سنجیدہ آدمی (شعرا)، حکما اور ماھرین علم الہیات) ایسے ھیں جو اپنے قلب کو مطمئن کرنے کے لئے اپنی

قوت ادراک سے ان سوالات کے جواب نہایت ھی غور* وفکر سے دیتے ھیں - لیکن بلحاظ کثرت تعداد ایسے لوگ (جن میں مرد اور عورتیں دونوں ھی شریک ھیں) زیادہ ھیں جنھیں وھی جواب معلوم ھیں جو ان کے والدین' مرشدوں یا واعظوں نے ان کو بتائے ھیں-ان کے علاوہ ایک قلیل تعداد ایسے اشخاص کی ھے جو ان سوالات کے حل کرنے کے لئے ذرا بھی تکلیف اُٹھانا پسند نہیں کرتے- چونکہ ان میں غور و فکر کرنے کا مادہ مطلق نہیں ھوتا اس لئے یہ قابل ذکر بھی نہیں ھیں —

مذھب انسانی فطرت کی ایک ساکت اور لطیف قوت کا نام ھے جو اس کے دل میں چپکے چپکے محرک ھے اور اس کا رجحان ھمیشہ نیکی کی طرف رھتا ھے- اس قوت کا مولد انسان کا وہ علم ھے جس کی بنا پر وہ اپنی ذاتی اور دنیوی آغاز و انجام پر یقین لایا+ ھے —

---

* ھاویلاک ایلس Havalock Ellis کا بیان ھے :-
"تعجب ھے کہ جو لوگ دھریئے لا مذھب' دنیا سے بے تعلق بظاھر اس عالم کی ھر شے کے تاریک رخ کے دیکھنے والے نظر آتے ھیں یا اس کے خواھاں ھیں انھیں کے قلب میں مذھب ھے کہ چھپا ھوا بیٹھا ھے یا یوں کھو کہ جو لوگ بڑی باریکی سے دنیا کی نبض کے محسوس کرنے والے ھیں وھی تو دراصل مذھبی آدمی ھیں جو اپنے موقعہ پر اس نبض کو قرار واقعی طور پر اُبھار دیتے ھیں"- (مصنف)

+ مذھب کے معنی آئین' معتقدات اور حقوق کے بھی لئے جاتے ھیں جو اس سے متعلق ھوں مگر میں نے یہاں لفظ مذھب کو اس معنی میں استعمال نہیں کیا ھے- (مصنف)

اللہ۔ دنیا کے آغاز و انجام یا انتظام عالم* کے سوالات کے متعلق کوئی معقول اور صریح جواب بغیر خداے واحد و یکتا پاک و بے نیاز کے وجود کو تسلیم کئے ہوے نہیں دیا جا سکتا [اس کی ذات کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اس کا وجود مشروط نہیں ہے کسی وقت کا اور وہ محدود نہیں ہے کسی جگہ کے لئے وہ لیس کمثلہ شیی ء† (کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں) کی مصداق ہے] اسی پاک وحدہ لا شریک لہ کی ذات‡ کو مختلف مقامات اور اوقات میں مختلف ناموں سے یاد کرتے رہتے ہیں کسی نے "یزداں" کہا - کسی نے "ایشور" کہہ کے پکارا - کسی نے اس کا

---

* یعنی دنیا کو جیسا کہ اور جس طرح سے کہ ہم دیکھتے اور جانتے ہیں - (مصنف)

† "مجھے معلوم ہے کہ بلا کسی سبب کی مدد کے بھی جس وقت کہ بقاے روح اور اجزاے آخرت کی نسبت سچائی کے ساتھ غور کیا جاتا ہے تو اس سے خدا کا عقیدہ رکھنے کی دل میں رغبت پیدا ہوتی ہے"- کارڈینل نیو مین Cardinal Newman (مصنف)

‡ پروفیسر اسکاٹ الیٹ Prof. Scott Elliot اپنی کتاب پری ہستورک مین Pre - historic Man کے صفحہ ۳۳۸ میں لکھتے ہیں:- "یہ بات سچ ہے کہ قریب قریب ہر ایک انسانی قوم نہ صرف خداے تعالی کا اعتقاد رکھتی ہے بلکہ جہاں تک مشاہدہ کام دیتا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس خداے یکتا کی تعظیم کرتی ہے جس کی نسبت بالعموم خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آسمان اور دنیا جہان کا پیدا کرنے والا ہے اور اس امر کی بھی کافی شہادت موجود ہے کہ نوع انسان کی ہر ایک قوم کے دل میں اپنے نشو نما پانے کے بالکل ہی ابتدائی زمانہ میں نا معلوم خدا کے خوف و احترام کا احساس پیدا ہوگیا تھا —

نام ''یہوا'' رکھا - کسی نے ''گاڈ'' کہا اور کسی نے ''اللہ'' یہ سب نام اُسی یکتا و بے نیاز خدا کے ہیں*

سنگ ہو کوئی خوشنما گُل ہو کوئی گلاب کا
طائر خوشنوا بھی ہو یا کہ نخل بے زباں!
ہستی کائنات جلوہ ہے تیرے نور کا
بحر کرم کی اے خدا تیرے ہے سیل یک رواں

خدا شناسی کا ادراک! خدا کے صفات اور ان کا تعلق کائنات کے ساتھہ

بیان کرنے کے طریقے بہت ہونے کے سوا مختلف بھی ہیں اور رہیں گے لیکن میں سر دست انہیں تین صفات کو مجملاً علیحدہ علیحدہ عنوان کے تحت میں بیان کرتا ہوں کیوں کہ مجھے یقین ہے کہ اس بارے میں دوسرے خیالات، رائیں یا ادراک جو کچھہ بھی ہوں وہ صرف ان میں سے دو یا دو سے زیادہ پر مشتمل ہوں گے :-

الف - خدا شناسی کا ادراک :-

۱ - خدا ایسا جو ازلی و ابدی ہے یعنی دایم الوجود جو کبھی فنا نہیں ہونے والا -

۲ - خدا وہ جو قادر مطلق یعنی قدرت و قوت والا ہے -

---

* اور یہ وہی تو خداے برتر ہے جس کی یاد سے کوئی دل خالی نہیں --

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے نہ بن آیا تیرا
(حالی)

مترجم

۳- خدا ایسا جو سب سے اعلیٰ اور فوق المرتبہ* ہے-

ب- خدا کے مخصوص صفات کے بارے میں لوگوں کی رائیں:-

۱- خدا جو خالق اور پروردگار ہے-

۲- خدا جو الحفیظ یا الولی ہے-

۳- خدا جو العدل یا منصف† ہے-

---

* فی الحال دنیا میں تین تبلیغی مذہب پھیلے ہوے ہیں- یہ ایسے مذاہب ہیں جن کے بانی علی الخصوص یہ عزم و ارادہ رکھتے تھے کہ بلا کسی امتیاز کے تمام آدمیوں کو سلسلۂ اتحاد میں لاکر ایک عالمگیر اخوت قایم کر دی جاے- ان میں:—

اول- بدھ مذہب جو اس قول پر قایم ہے کہ خدا قانون (متداولہ) یا علم ہے—

دوم- اسلام تعلیم دیتا ہے کہ خدا قوت یا زور ہے—

سوم- دین مسیحی کہتا ہے کہ خدا باپ یا محبت (عشق) ہے-

لیکن یہ تمام مذاہب ان ہر سہ اشکال میں بیشک ایک ہی صداقت کو سمجھاتے ہیں- اہل تصوف کے بیان کے مطابق میں یقین کرتا ہوں کہ اُنھوں نے علم الٰہی کے اصول جو قایم کئے ہیں ان کا بناء امر یہ ہے کہ خدا شدید القوت (القوی) ہے جو بطور قانون متداولہ کے اپنے تئیں ایک ہی طرح سے ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنے فضل سے بطور محبت کے عمل پیرا رہتا ہے:— علم = قوت = محبت = عشق - تمھیں اس مسئلہ کو خود حل کرنا چاہئے اگر تم خوب غور کروگے تو اس کے سمجھنے سے قاصر نہ رہوگے-

† انھیں ہر سہ متذکرۂ بالا مذاہب کو اس موقعہ پر بھی پیش نظر رکھ کر ان کی مطابقت کو دیکھو:—

خالق = الولی = العدل

خدا نے موسیٰ سے کہا کہ میں وہ ہوں جو میں ہوں (کتاب خروج باب ۳ آیت ۴) مصنف—

ج - کائنات * کے ساتھہ (یعنی عالم انسانی - عالم حیوانات و نباتات اور دیگر موجودات کے باھمی تعلق کے متعلق جس کا علم انسان کو ھے) خدا کا تعلق رکھنے کی نسبت خیالات:-

۱- ھمہ اوست { خدا کی ذات کائنات سے اعلیٰ ھے وھی دنیا کا پیدا کرنے والا اور کار خانۂ عالم کا سنبھالنے والا ھے } (وحدت شہود کے معتقد)

۲ - ھرچہ ھست اوست = خدا کائنات نہیں ھے مگر کائنات خدا نہیں (وحدت الحلول کے معتقد)

۳ - ھمہ اوست = خدا عالم ھے اور عالم خدا ھے (وحدت الوجود† کے معتقد)

---

* بعض صوفی فطرت اور اس کے حوالی کو ذات یا شخص سے مراد لیتے ھیں - اور "شخص" سے ان کی مراد وہ ھستی ھے جو بجائے خود یہ غور کرنے کی قابلیت رکھتی ھو مثلاً "میں" یا "مجھے" اور اس کے علاوہ ھرشے جیسا کہ "میں نہیں" "مجھے نہیں" جو کہ اس کا حوالی ھے - مصنف —

† یہ کہا جا سکتا ھے کہ وہ تمام ھر سہ خیالات جو کائنات کے ساتھہ خدا کا تعلق رکھنے کی نسبت ھیں (یعنی ان ھر سہ مسائل کے معتقدین جن کے نام جدا جدا قوس میں درج ھیں) دراصل یہ قرب الٰہی حاصل کرنے کے انسانی مدارج ھیں - مولانائے روم نے اپنی مثنوی کے دفتر سوم میں وقوتی علیہ الرحمۃ کی اس حکایت میں:—

گفت روزے می شدم مشتاق وار
تا بہ بینم در بشر انوار یار

انواع و اقسام کی مثالیں دے کر یہ ثابت کیا ھے کہ باعتبار جنسیت تمام مذاھب ایک ھی ھیں -

(مصنف)

متذکرۂ بالا بیان صرف سرسری طور سے لکھا گیا ہے مجھے نہ اتنی فرصت ہے نہ گنجائش کہ میں اسے صراحت کے ساتھہ بیان کروں - تاہم جرأت کر کے چند نکات تحت کے حاشیہ میں بتاتا ہوں مگر ان کے بھی نا مکمل ہونے کا مجھے احتمال ہے - مجھے اس موقع پر یہ بیان کرنا چاہئے کہ منجملہ تین مندرجۂ بالا خیالات کے (یعنی ہمہ ازوست - ہرچہ ہست اوست اور ہمہ اوست) اسلام متوسط یا درمیانی خیال کو تسلیم کرتا ہے - مگر ہر شخص تھوڑا سا غور کرنے سے بآسانی معلوم کر سکتا ہے کہ باقی کے دو خیالات پر بھی یہ حاوی ہے - لیکن تمہیں فی‌الحال میرے اس مجمل بیان کو یا اُن الفاظ کو جو قوس میں درج ہیں سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے - اس کی صراحت میرے آئندہ نوٹوں سے ایک حد تک ہو جائے گی - ہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جتنے آدمی اُتنے ہی اُن کے خیالات اور جتنے خیالات خدا کے بارے میں ہیں اور جتنی رائیں خدا کی صفات کے متعلق ہیں اور جس قدر خیالات اشیاء کی ابتدا اور انجام (مبداء و معاد) کی نسبت ہیں اور جس قدر غور کرنے والے ذہن اور افہام* ہیں اسی مناسبت سے اتنے ہی مذاہب بھی ہونے چاہئیں —

---

* دیکھو چوتھے نوٹ کا آخری فقرہ اور دسواں نوٹ - الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق جتنے قلوب اُتنے ہی خدا کی جانب لے جانے کے رستے (مصنف)

مذہب* انسان کے لئے کیوں ضروری ہے؟ مجھے اس سوال کے مختصر سے جواب کے بعد اس نوٹ کو ختم کر دینا چاہئیے - چونکہ انسان کی متضاد سرشت کے باعث جیسا کہ شاعر کہتا ہے—

با بہائم بہرہ داری با ملائک نیزہم

کسی سوسائٹی (جماعت) کا بغیر مذہب کے قایم ہونا ناممکن ہے اور یہ صرف اس وجہ سے کہ انسان کی فطرت میں دوگونہ اوصاف ہیں - ماہرین علم سائنس (مثلاً سر الیور لاج Sir Olivor Lodge وغیرہ) بھی اسے تسلیم کرتے ہیں کہ انسانی سرشت میں دو قوتیں ہیں - ایک "اعلی" اور دوسری "اسفل"- پہلی قوت اسے بلندی پر چڑھاتی ہے اور دوسری اس کے مدنی الطبع وجود کو نیچے گرا کر اسے جانوروں کے ہم پلہ بنا دیتی ہے - مذہب اس لئے ضروری ہے کہ انسان کی اعلیٰ فطرت اس کی اسفل خصلت پر غالب آجائے تا کہ یہ نیکی کی صفت سے متصف ہو کر مل جل کر رہنے کے قابل بن جائے اور اپنے ہم جنسوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کے کام کرے -

---

*مذہب انسانی روح کو اس کے انتہائی بلندی کے خیالی مقام (خدا) کے سامنے جگہ دیتا ہے اور معمولی نیکی کے درجہ سے چڑھا کر بلندی پر پہنچا دیتا ہے - اس سے کم از کم یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ انسان کو دنیا میں عزت واحترام کی زندگی بسر کرنے کے بعد ایسی حیات جو خدا کے انوار تجلی میں رہے عطا ہوتی ہے - (میکس ملر) -

Max Mullor

(مصنف)

نہ یہ کہ محض جانور کی طرح زندگی بسر کرے جسے صرف چابک ہی شرارت کرنے سے باز رکھہ سکتا ہے - فی الحقیقت مذہب ہی کی بدولت انسان کو بلند خیالی اور پارسائی کی زندگی بسر کرنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ بنی نوع انسان کی ترقی کے لئے بلند خیالی اور پارسائی کی زندگی لازمی ہے—

(۴)

۲ - حقیقی اِسلام کیا ہے ؟

اس سوال کے جواب کے لئے سورۂ فاتحہ (جو قرآن مجید کا خلاصہ ہے) کی چار آیتیں کافی ہیں - میں اس کی تشریح پہلے ہی کرچکا ہوں اور عیسائیوں کی نماز سے اس کے مقابلہ کرنے کے متعلق تمہیں لکھہ چکا ہوں - مجھے یقین ہے کہ تم نے بھی اس کی فصاحت و بلاغت اور سلاست عبارت کو دیکھہ کر از روے سائنس اس کی صحت کی مطابقت پر غور کرکے تعریف کی ہوگی - میں اس سے قبل جو بیان کرچکا ہوں اس میں اتنا اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ سورۂ فاتحہ ہمیں تین بڑی اور ابدی صداقتوں کی تعلیم دیتی ہے :—

اول - اللہ ایک ہے جو خالق ارض و سما ہے (ہر چیز کا پیدا کرنے والا) جس کی شان سورۂ اخلاص کے ان بے مثل الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے :—

قل ہو اللہ احد	کہو کہ وہ اللہ ایک ہے
اللہ الصمد	اللہ بے نیاز ہے
لم یلد و لم یولد	نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا
و لم یکن لہ کفواً احد	اور نہ کوئی اس کی برابر کا ہے

دوم - (الف) - خدا ہمارا خالق ہے ہمیں اسی کی عبادت ،

تعظیم اور عزت کرنی چاهئیے اور صرف اسی کی
نہ کسی اور کی - یہ خدا کا فرض هے جو همیں
ادا کرنا چاهئیے —

(ب) پهر خدا همارا مہربان - حامی و نگہبان هے ' همیں اسی کی حمایت و حفاظت طلب کرنی چاهئیے - یہ همارا ذاتی فرض هے - اسے همیں اپنی ذات کے لئے پورا کرنا چاهئیے —

(ج) بالآخر همارا خدا منصف حقیقی اور حاکم مطلق هے ' همیں اس سے هی هدایت اور رهنمائی طلب کرنی چاهئیے - یہ وہ فرض هے کہ جسے همیں اس دنیا میں جس دنیا میں کہ هم رهتے هیں اپنے هم جنسوں (حتی کہ ادنی جانوروں) کے ساتھ (بھی) بجا لانا چاهئیے —

کہیں تم ایسی غلطی نہ کرنا کہ خدا کسی ایک معینہ وقت یا کسی ایک مقید جگہ پر خالق هے - دوسرے موقعہ اور وقت پر حامی و نگہبان هے اور تیسرے وقت عادل هے - نہیں ایسا هرگز خیال نہ کرنا چاهئیے - هر محل و هر موقعہ پر خدا وهی خدا هے جو خالق بھی هے ' حفیظ بھی هے ' عادل هے اور جو یکتا و بے مثل هے کیوں کہ اس کی صفات عین ذات ' هیں - یہ تو هم نے اپنی سمجھ کے موافق خدا شناسی کے خیال سے اس کی مخصوص صفات کو جدا جدا اس کی تعظیم کرنے کی نیت سے ذهن نشین کرلیا هے - یعنی جس وقت هم اس کی عبادت کرتے هیں تو سمجھتے هیں کہ وہ همارا خالق هے اور جب اس کی

حفاظت کے خواهاں هوتے هیں تو هم اُسے اپنا حامی و نگہبان جانتے هیں اور جب اس کی هدایت کے خواهاں هوتے هیں تو هم اُسے اپنا حاکم یا منصف حقیقی خیال کرتے هیں۔ چوں کہ هم فنا هونے والی مخلوق هیں اس لئے وقت جگهه اور ضروریات نے همیں اپنا پابند بنا رکھا هے۔ خدا کی ذات پر ان میں سے کسی ایک بات کا بھی اطلاق نہیں هوسکتا، اس کی ذات یکتا و بے نیاز هے، اس کی نہ ابتدا هے نہ انتہا، وہ دائم الوجود هے، اس کی ذات غیر مشروط و غیر محدود اور کسی وقت اور جگهه کی پابند نہیں، وہ غنی هے اور اس کی ذات کسی شے کی محتاج نہیں۔ خدا کی ذات کی نسبت اسلام کی یہی تعلیم هے —

سوم۔ هم جو اپنے هم جنسوں کے ساتهه معاملہ کرنے کے لئے خدا کی هدایت کے طالب هوتے هیں اس کی نسبت سورۂ فاتحہ همیں کیا تعلیم دیتی هے؟ یہ نیکی و عزت کا رستہ بتاتی هے جو دو سخت رستوں، ایک گمراهوں کا رستہ اور دوسرا گناہ کا رستہ هے، ان کے درمیان واقع هوا هے۔ ایک مسلمان کا سیدها رستہ یعنی اس کا صحیح طریق عمل دو سخت رستوں یا شیوۂ عمل کے درمیان هے۔ اس طرح کہ ایک طرف تو اُن لوگوں کا رستہ هے جو گناہ کرتے هیں اور با وجود جاننے اور سمجھنے کے خدا کی مرضی کے (جو کائنات یا نیچر سے ظاهر هے) خلاف چلتے هیں اور دوسری طرف اُن کا رستہ هے جو بلا خواهش محض جہالت کے سبب خدا کی مرضی کے خلاف گمراہ هیں —

سیدھے رستہ (صراط مستقیم) کا محل وقوع یوں ھے :—

ضلالت	نجات	گمراھی
غلط رستہ جو گھبراھٹ میں پریشان کرکے برائی کی سمت لیجاتا ھے	عزت کا رستہ جو راحت جاودانی کی جانب لے جاتا ھے	گناہ کا رستہ جو تباھی اور بربادی کی طرف لے جاتا ھے

اس سے تمھیں معلوم ھوگا کہ حقیقی اسلام کے تین فرائض ھیں - (۱) خدا کا فرض - (۲) اپنی مخصوص ذات کا فرض اور (۳)اس کے بندوں کافرض - اور ان فرایض کی ادائی گمراھی اور ضلالت کو ترک کرنے اور خدا کی رھنمائی کی دوامی التجا کے ساتھہ درمیانی رستہ اختیار کرنے سے ھوتی ھے - چنانچہ ھمارے رسول مقبول صلعم نے بتاکید اکید فرمایا ھے :—

خیر الامور اوسطہا

بیچ کی راس کے تمام کام اچھے ھوتے ھیں

پس اسلام یا مسلم کے تمام کام اسی اصول کے تابع رھنے چاھئیں یہی اصل اصول اسلام اور اسلامیوں کے ھیں - اس کے ساتھہ ساتھہ فرائض ثلاثہ جن کی تشریح نیچے ھے ذھن نشین کرنے کے قابل ھیں —

(الف) خدا کا فرض :— اُس کی عبادت یا پرستش ھے جس سے نہایت ھی عجز و انکساری و رضامندی کا اظہار ھو = اسلام -

(ب) اپنا ذاتی فرض:— اس سے مراد ذاتی سلامتی (حفاظت) یا ذاتی فضیلت حاصل کرنا ھے == اسلام —

(ج) دوسروں کا فرض :— جس کا منشا امن و امان کی زندگی بسر کرنا اور مخلوق خدا کی خیرخواھی کرنا ھے == اسلام —

اسلام* بحیثیت مذھب انھیں تین فرائض کی ھدایت کرتا ھے اس میں کمی و بیشی کی گنجایش نہیں - اسلام نہ فلسفہ ھے نہ سائنس ھے البتہ یہ ایسا مذھب ھے جو قلب انسانی میں ایک ایسی کیفیت پیدا کر دیتا ھے جس سے یہ اپنے ماحول سے مل جائے - یعنی یہ سکھاتا ھے کہ انسان کس طرح اپنی ذات کا تعلق خدا اور مخلوق خدا کے ساتھہ رکھے - سائنس اور فلسفہ دونوں کا اثر انسان کے قلب پر پڑتا ھے اور اسی حد تک اسلام کا تعلق سائنس اور فلسفہ کے ساتھہ ھے اسی وجہ سے صوفیوں اور بعض دوسرے فلسیانہ خیالات کے مذھبی فرقے اسلام میں وقتاً فوقتاً پیدا

---

* لفظ اسلام کے لغوی معنی حرف بحرف (۱) اطاعت (۲) محافظت (۳) سلامتی یا امن کے ھیں - لارڈ ٹینی سن Lord Tennyson نے عاجزی کے ساتھہ اپنی ذات کو خدا کی مرضی کے حوالہ کر دینے کے اسلامی خیال کو نہایت ھی قابل تعریف طور پر بیان کیا ھے اور آزادی اختیار کے تکلیف دہ سوال کا فیصلہ ایک مصرعہ میں اس طرح کر دیا ھے :-

Our wills are ours to make them thine

خواھش ھماری خواھش مرضی ھماری مرضی
تابع رھے خدا کے ھے اس لئے ھماری

مترجم

ہوئے ہیں۔ اسلام کا تعلق اعتقاد سے ہے جس کا اظہار عمل نیک سے ہوتا ہے - سائنس اور فلسفہ کا تعلق علم اور عقل سے ہے یعنے علم اور عقل کا میل اکثر اسلام سے ہوتا ہے - مگر علم وعقل اور اسلام ایک نہیں ہیں—

(٥).

وہ جو اسلام نہیں ہے

میں نے اس سے قبل کے نوٹ میں بہت مختصر طور پر یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ حقیقی اسلام کیا ہے اب میں بذریعہ امثال یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ کیا ہے جو اسلام نہیں ہے یعنی وہ جو خارج از اسلام ہے —

کسی چیز کا بخوبی علم حاصل کرنے کے لئے یہ جاننا کافی نہیں ہوتا کہ " وہ کیا ہے " بلکہ اس امر سے بھی واقف ہونا ضروری ہے کہ " وہ کیا نہیں ہے " —

۱- قران مجید اور احادیث نبوی جس مذہب کی تعلیم دیتے ہیں وہ اسلام ہے اور جسے "محمد نزم" Mohammadanism کے نام سے موسوم کرتے ہیں یہ صحیح نام نہیں ہے - جن کا عقیدہ اسلام ہے وہ مسلمین ہیں نہ کہ "محمدی " Mohammadans مسلم عربی لفظ ہے اس کی جمع مسلمین اور مسلمون ہے اُردو زبان میں بجائے ان کے لفظ مسلمان رائج ہوگیا ہے- ممالک یورپ کے عیسائی جو ہیں اور ہمارے مذہب کو حضرت محمد صلعم کے نام مبارک سے (ٹھیک اسی طرح سے جس طرح سے کہ اُنھوں نے الفاظ " عیسائی " Christian اور "دین عیسوی" Christianity کو حضرت" عیسیٰ" Christ کے نام نامی سے مشتق کر لیا ہے) منسوب کرنے لگے ہیں- لیکن " محمد نزم " Mohammadanism اور " محمڈنس " Mohammadans کسی طرح سے بھی اسلام

اور مسلمانوں کے صحیح نام نہیں ہیں۔ یہ تمہیں ابھی معلوم ہوجائے گا*—

۲- اسلام کے نقطۂ نظر سے تمام مذاہب کی تقسیم اس طرح کی جا سکتی ہے :-

مذاہب

برحق
جن کے عقیدے میں توحید اور وحدانیت خدا ہے- اور

یا

باطل
جو ایک سے زیادہ معبودوں کے عقیدے رکھتے ہیں-
(گناہ کے رستے)

مذاہب برحق یا تو

مرکب
ایسے مذاہب جنھوں نے وحدانیت خدا کے خیال کے ساتھہ خدا کے بارے میں اپنے انوکھے خیالات بھی شامل کر لئے ہیں (غلط رستے)

ہیں یا خالص
جیسا کہ حقیقی اسلام ہے جو تمام خیالات کی آمیزش سے بے میل ہے (نجات کا رستہ)

غور کرو کہ ایک خالص مذہب جیسا کہ حقیقی اسلام ہے یہ باطل مذاہب اور خطا پزیر مرکب مذاہب کے درمیان میں سے

---

* "جس مذہب کی تبلیغ محمد صلعم نے کی اس کا مشہور و معروف نام اسلام ہے" سیل Sale (مصنف)
پیروان دین اسلام کا نام حضرت ابراہیم نے مسلمین رکھا ہے چنانچہ قران مجید میں ہے -

ھوالذی سماکم المسلمین من قبل	اسی نے پہلے پہل تمہارا نام مسلمان رکھا (مترجم)

نکلتا ھے ٹھیک جیسا کہ قرآن مجید کا نجات کا رستہ گناہ کے رستہ اور غلط رستہ کے درمیان میں واقع ھے اسی طرح یہ دو انتہائی طریقوں میں کا درمیانی طریقہ ھے—

۳ - یہ عقیدہ رکھنا کہ اسلام کے علاوہ * دوسرا کوئی مذھب حق نہیں ھے یہ اسلام کی تعلیم نہیں ھے - یہ غلط عقیدہ انسان کو ناجائز مذھبی جوش کی ترغیب دیتا ھے اور اس سے تعصب اور بیجا جذبات دل میں پیدا ھوتے ھیں - یہ طریقہ قرآن مجید اور آنحضرت صلعم کی تعلیم کے بالکل خلاف ھے ھمیں قرآن مجید یہ عقیدہ رکھنے کی تعلیم دیتا ھے :-

اے (محمد) جو (کتاب) تم پر اُتری اور جو تم سے پہلے اُتریں ان سب پر ایمان لاتے ھیں-	والذین یومنون بما اُنزل اِلیک و ما اُنزل من قبلک (سورہ البقر ع ۱)

اس سے صاف ظاھر ھوتا ھے کہ مذاھب حق بہت ھیں جن میں سے ایک مذھب اسلام ھے آنحضرت صلعم کی یہ حدیث :-

---

* میں نے لفظ اسلام جس کی تعلیم حضرت محمد صلعم نے دی ھے محدود معنی میں استعمال کیا ھے اگر تم اسلام کا مطلب عقیدۂ وحدانیت خدا اور زندگی میں عمل صالح سمجھو تو تم یہ کہہ سکتے ھو کہ اسلام کے علاوہ نہ کبھی کوئی سچا مذھب ھوا ھے اور نہ ھوگا پس اس معنی میں اسلام ھی سچا مذھب ھے - دیکھو نوٹ نمبر ۲ کا آخری فقرہ (مصنف)

''جس نے (صدق دل سے) کہا خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں وہ جنت* میں داخل ہوگا یعنی اسے دائمی نجات حاصل ہوگی''۔	من قال لا اِلہ الا اللہ دخل الجنۃ (بخاری)

اس سے صریح طور پر معلوم ہوا کہ وہ تمام مذاہب جو توحید باری تعالیٰ کی تعلیم دیتے ہیں وہ مذاہب حق یعنی خدا کے فضل کے رستے ہیں جو راحت دوام کی طرف لیجاتے ہیں افسوس ہے کہ ایک زمانہ سے اکثر مسلمان اسلام کی اس تعلیم کو بھول گئے ہیں اس لئے یہ بہت دھرم متعصب بن گئے ہیں+

---

* اسلام کے دائرہ کی حقیقی وسعت کا اندازہ حدیث مذکور سے بخوبی کیا جا سکتا ہے - امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے بھی اسلام کو اس کی اصلی وسعت پر قایم رکھا مگر ہم اُن فقہا کو کیا کہیں جن کے قلم نے امام غزالی - محی الدین - عربی - حضرت غوث الاعظم - ابن تیمیہ - ابوطالب مکی وغیرہ جیسے بلند رتبہ اشخاص کی نسبت کفر کا فتویٰ لکھا اور زبان سے انہیں کافر کہا - (سیرۃ النعمان حصہ دوم) مترجم

+ کسی شخص کو نہ صرف اپنی ہی خاص ملت کی تعظیم کرنی چاہئے بلکہ بلا سبب کسی دوسرے شخص کی ملت کی اہانت بھی نہ کرنا چاہئے - مذمت کرنے کے لئے خاص وجوہ کا ہونا لازمی ہے بلکہ دوسرے لوگوں کی ملتیں بھی کسی نہ کسی سبب سے واجب التعظیم ہیں اس طرح عمل پیرا رہنے سے ایک شخص اپنی ملت کو بھی ترقی دیتا ہے اور اسؔ کے ساتھ ہی دوسروں کی ملت پر احسان بھی کرتا ہے - اس کے بر خلاف عمل کرنے سے ایک شخص اپنی ملت کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور دیگر

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

اسی وجہ سے موجودہ زمانہ کی اسلامی حکومتوں کی سیاسی قوت زیادہ زوال پذیر ہورہی ہے —

۴-اسلام یہ بھی نہیں کہتا ہے کہ دنیا بھر کے مذہبوں کو برحق مانو یہ غلط عقیدہ مذہب کی طرف سے انسان کو بے پرواہ کر کے دل میں کفر و الحاد کے خیال پیدا کر دیتا ہے یہ قرآن مجید اور رسول خدا صلعم کی تعلیم کے قطعی خلاف ہے کیونکہ دونوں بہت سے مذہبوں کی نسبت برملا کہتے ہیں کہ وہ باطل ہیں اگر ہر شخص بجاے خود یہ خیال کرنے لگے کہ ہر مذہب سچا ہے تو دو آدمی بھی ایسے نہ نکلیں گے جو کسی ایک مذہب کے بھی پابند ہوں اور اس سے ان کے اعمال و خیالات میں ذرا بھی مشابہت نہ پای جاے گی اور آدمیوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کا (جو خاندان قبیلہ قوم اور سلطنت کی جڑ ہے) قایم رہنا دشوار ہو جاے گا خیال تو کرو مذہب کی طرف سے ایسی بے پروای اور ناخدا ترسی کی باتوں نے آج کل کے بعض مسلمانوں کو نہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٥٧) اشخاص کی ملتوں کے حق میں بھی غیر مفید ثابت ہوتا ہے (راجہ اشوک فرمان ۲) ہر ملت کے مذہبی احکامات کا خلوص کے ساتھہ احترام کیا جائے گا اور صداقت کے ساتھہ حکومت کی جائے گی - (آئین اکبری فرمان سوم) مصنف - نیکی و بدی کا معیار ایک دوسرے کا قریب قریب یکساں کے ہوتا ہے اس لئے ایک کو حق نہیں کہ وہ دوسرے کو بر سر ناحق سمجھہ کر برا کہے قرآن مجید میں ہے :-

لکم دینکم ولی دین (الکفرون ع ۱) مترجم

صرف اتفاق کی خوبیوں سے محروم کر رکھا ھے بلکہ بد اعتقادی کے باعث ان کی رفاہ عامہ کی مادی قوت کو بھی زائل کر دیا ھے- اس لئے رسوائی و بے حرمتی بے اعتقاد مسلمانوں کے حصہ میں آگئی ھے حالانکہ قرآن مجید مسلمانوں کو ان صریح الفاظ سے مخاطب کرتا ھے:-

اگر تم سچے مسلمان ھو تو تمھارا ھی بول بالا ھے-	و آنتم الا علون اِن کُنتم مومنین

میں جو کچھہ کہ بیان کرچکا ھوں اس سے تم بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ھو کہ ھمیں برائیاں چھوڑ کر بھلائی اختیار کرنی چاھئے- اس لئے یہ اعتقاد رکھنا چاھئے کہ نہ تمام مذاھب برحق ھیں اور نہ سب باطل، ان میں بعض سچے مذھب بھی ھیں جن میں ایک اسلام بھی ھے- سچے مذاھب کی صحیح علامت وحدانیت خدا یعنی توحید ھے اور اسی وجہ سے تو مسلمانوں کو اسلام نے اھل کتاب یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھہ اور ان کے ساتھہ جو ایک خدا کے ماننے والے ھیں کھانے پینے رھنے بسنے حتیٰ کہ ان کی عورتوں سے شادی وبیاہ کرنے کی اجازت * دی ھے—

---

* آج (تمام) پاکیزہ چیزیں تمھارے لئے حلال کر دی گیئں	الیوم أُحل لکم الطیبٰت
اور اھل کتاب کا کھانا تمھارے لئے حلال ھے اور تمھارا کھانا ان کے لئے حلال ھے اور مسلمان	وطعام الذین أُوتوا الکتٰب حل لکم و طعامکم حل لھم والمحصنٰت من المومنٰت

(باقی بر صفحہ آئندہ)

۵ - مجھے بجائے خود ان لوگوں کو جو خدائے واحد کے ماننے والے ھیں (خواہ ان میں یہودی ھوں - عیسائی ھوں یا منکر تثلیث یونیٹیریینس Unitarians) انھیں موحدین یا مسلمین کہنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ھے - کیونکہ یہ ایک ھی خدا کے ماننے والے ھیں لیکن میں انھیں "مومن" ھرگز نہ کہوں گا اس وجہ سے کہ ان کا عقیدہ خدائے واحد کی نسبت وہ نہیں ھے جس کی تعلیم ھمارے پیغمبر خدا صلعم نے دی ھے —

تمھیں معلوم ھے کہ ھمارے کلمہ کے دو جز ھیں: —

(۱) لَآ اِلٰہ اِلَّا اللہ (۱) خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں

اور

(۲) محمد رسول اللہ (۲) محمد خدا کے بھیجے ھوے (پیغمبر) ھیں -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹)

بیاھتا بیبیاں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جاچکی ھے ان میں کی بھی بیبیاں تمھارے لئے حلال ھیں بشرطیکہ ان کے مہر ان کے حوالے کرو — (اور) تمھارا ارادہ (ان کو) قید (نکاح) میں لانے کا ھو نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانے کا

والمحصنٰت من الذین اُوتوا الکتٰب من قبلکم اِذا آتیتموھن اُجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخذان

(سورۃ المائدہ ع ۲۳)

مترجم

جو لوگ اس کے پہلے حصہ کے معتقد ہیں وہ مسلم ہیں اور جو پورے کلمہ پر ایمان لائے ہیں وہ مومن ہیں، مگر ہیں دونوں خدائے واحد کے ماننے والے - فرق ان میں اتنا ہے کہ مسلم مومن کی طرح حضرت محمد صلعم کو اپنے عقیدے کے لئے اپنا ہادی و پیشوا نہیں مانتا —

قرآن مجید اسلام کی یہ تعریف کرتا ہے :—

ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن) جو ہم پر اُترا (اس پر) اور (صحیفے) جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب پر اُترے (ان پر) اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو (کتاب) ملی اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملا (اس پر) ان میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی ایک خدا کے فرماں بردار ہیں —

آمنا باللہ وما أُنزل إلینا

وما أُنزل إلیٰ إبراهیم و إسمٰعیل و إسحٰق و یعقوب والاسباط وما أُوتیٰ موسیٰ و عیسیٰ وما أُوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین أحد منهم و نحن له مسلمون۔

(سورۃ البقر - ع ١٦)

٦ — ”خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے“ چونکہ خدا ایک ہے بدیں وجہ انسان کے لئے ہر زمانہ میں اس کی وحی کا بھی بلا اختلاف کے ایک ہی ہونا ضروری ہے اسی طرح

سے ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے ایک ہی سچے مذہب کا ہونا بھی لازمی ہے پس وہ مذہب دین اسلام ہے :—

ان الدین عند اللہ الاسلام (قرآن مجید ۳ - ۱۷)

"البتہ دین پسندیدہ اللہ کا اسلام ہے"

جتنے پیغمبر آدم سے حضرت محمد صلعم کے زمانہ تک ہوے ہیں اُن پر ایک ہی اور وہی وحی کی گئی ہے اور اس طرح اُنہوں نے اسلام اور صرف دین اسلام کی ہی منادی کی ہے کہ:—

ذالک الدین القیم (الروم - ع۳) اُیہی دین کا سیدھا (رستہ) ہے*

مگر جب کبھی لوگ گمراہ ہو گئے اور دین اسلام کو چھوڑ کر لگے بت پرستی کرنے تو پھر انہیں میں سے منشاء الٰہی کے مطابق کوئی پیغمبر اسلام کی منادی کرنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور نصیحت مشفقانہ سے گمراہوں کو نیکی (صداقت) کی طرف رجوع لانے کی دعوت+ دیتا رہا۔

---

* دیکھو صفحہ ۵٦ کا حاشیہ*

+ اس کا بھگوت گیتا (چھارہ ۷ - ۸) سے مقابلہ کرو—

اے بھارت (سنسکرت میں بھارت ہندوستان کو کہتے ہیں چونکہ اس ملک کا پہلا راجہ دشنت کا بیٹا "بھارت" نامی ہوا ہے اس لئے اس کے نام سے ہندوستان کو بھارت کہنے لگے (مترجم) جب سچائی کو زوال اور جھوٹ کو فروغ ہونے لگتا ہے تب میں (خدا) خود ظہور کرتا ہوں - نیکیوں کی حفاظت کرنے، بدکاروں کو سزا دینے، صداقت کی نگہبانی اور اس کو قطعی طور پر قایم کرنے کے لئے میں خدا بار بار (یا وقتاً فوقتاً)

(باقی بر صفحۂ آئندہ

غرضکہ جو پیغمبر یا خدا کا رسول ہوا اس نے بجز دین حق کو اصلی پاکیزگی پر پہنچانے اور اس کی صداقت و عصمت کی اصلاح کرنے کی سعی کے اور کچھ نہیں کیا - وہ بھی اسی قدر کہ انھوں نے اپنے اپنے زمانہ کی عملی ضرورتوں کے لحاظ سے وحی الہی کی تشریح کردی البتہ احکام وحی کی تعمیل میں مرسلین الہی اور ان کے پیروان نے مختلف طریقے اختیار کئے —

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲)

" جنم لیتا رہتا ہوں "

اوپر کے خط کھینچے ہوے الفاظ ہندوؤں کے مسئلۂ حلول واتحاد کو بتاتے ہیں- دیندار مسلمان اس قسم کے کسی اصول کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ ان الفاظ کی بجاے (یعنی ہندوؤں کے اوتاروں کی شکل میں پیدا ہونے کے خلاف) قرآن مجید میں آیا ہے " ہم (خدا) رسول (بنا کر) بھیجتے ہیں "
(قرآن مجید ۱۶ - ۳۶)

(٦)

" اسلام اور غیر اسلام "

میرے خیالات جو " اسلام اور غیر اسلام کے متعلق ہیں ان کا اظہار اس نوٹ میں بھی اس غرض سے کرنا چاہتا ہوں کہ تم میری اس بحث کے متعلق اپنی صحیح رائے قایم کرسکو کہ دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں جو اچھے بھی ہیں لیکن ان سب میں بہترین مذہب اسلام ہے —

۱ - حضرت محمد صلعم کی وفات کو تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گزرا اب آپ کے مذہب کے معتقد روے زمین پر پچیس کروڑ بنی نوع انسان ہیں جو آپ سے ویسی ہی محبت آپ کا ویسا ہی احترام کرنے والے ہیں جیسے کہ آپ کے زمانہ کے پیروان خاص کرتے تھے —

صرف یہ مندرجۂ ذیل دو باتیں ایسی سچی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ: —

(اول) اس مذہب کی تہ میں کوئی ایسی اصلی اور حقیقی بات یقیناً پوشیدہ ہے جو اتنے آدمی اس کے معتقد ہیں —

(دوم) یہ کہ جس ذات با برکات نے اس مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کی منادی کی اُس کی شخصیت بلحاظ عظمت و بزرگی غیر معمولی ہوگی —

کیوں کہ معمولی تجربہ سے ہمیں یہ رہنمائی ہوتی ہے کہ

الف - جو بات جھوٹی ہو یا جس کی کچھ اصلیت نہیں

وہ صدیوں پر صدیاں گزرنے پر بھی قایم رہ سکے، یہ ممکن نہیں —

ب- جب تک کہ کوئی آدمی نیک اور بلند حوصلہ نہ ہو ممکن نہیں کہ اس کی عزت کروڑوں آدمی کریں اور اس کی محبت کروڑوں آدمیوں کے دلوں میں باقی رہے —

اس لئے کسی مسلمان اور مومن کو حسب ذیل دو باتوں کے سوا اور کسی بات پر یقین لانے کی حاجت نہیں —

(۱) اسلام ایک اصلی اور سچا مذہب ہے —

(۲) محمد صلعم ایک عظیم المرتبت اور نیک نفس شخص * تھے-

---

* میرے ایک عیسائی دوست نے مجھے لکھا ہے کہ :- خدا کے وجود کا اعتراف کرنا اور محمد صلعم کی رسالت سے انکار کرنا نا ممکن ہے کوئی شخص اتفاقاً آدھی دنیا کے اعتقاد کو نہیں بدل سکتا (مصنف)

طامس کارلائل Thomas Carlyle کا بیان ہے:- "اس شخص کی عظمت میں متانت کی شان نظر آتی تھی اور اس کا شمار ان لوگوں میں تھا جن کا مقصد سچائی کے سوا اور کچھہ نہیں ہوسکتا اور جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہیں- دوسرے لوگ حکیمانہ مسائل اور سنی سنائی باتوں کو اپنا مسلک قرار دے کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں- لیکن اس شخص کی تسکین ان باتوں سے نہ ہوسکتی تھی وہ اپنی روح اور عالم شہود کے مظاہر واقعی کے ساتھہ عرصۂ کائنات میں اکیلا کھڑا ہوا تھا- حیات کا عظیم الشان عقدہ اس کو اپنی ڈراؤنی اور بھیانک صورت دکھاتا تھا اور کبھی اپنے انوار کی جھلک سے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کردیتا تھا- انا الموجود کی نا قابل اظہار حقیقت کو مظنونات اور مسموعات اس کے ادراک سے مخفی نہ رکھہ سکتے تھے اس کی

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

اس طرح تم اگر صدق دل سے —

لا اِلٰہ اِلا اللہ — خدا کے سوا کوئی معبود نہیں

پر یقین لاؤگے تو تم مسلم بن جاؤگے کوئی مضائقہ نہیں خواہ تم کسی نام سے اپنے تئیں موسوم کرو اور جب تم آنحضرت صلعم کو نیک * اور بزرگ ترین مان کر

محمد رسول اللہ — محمد خدا کے بھیجے ہوے (پیغمبر) ہیں —

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵) سچائی اور خلوص ایک طرح سے ربانی الاصل معلوم ہوتی تھی - ایسے شخص کی بات اس صدا سے تعبیر کی جا سکتی ہے جو براہ راست خود فطرت کے دل سے نکلی ہو - اسی آواز کو انسان سنتا ہے اور لازم ہے کہ سنے - اس ایک آواز کے مقابلہ میں باقی تمام صدائیں بے معنی ہیں - (دیکھو کتاب ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ) مترجم

* نیکی اور بزرگی کے الفاظ سے متصف کرنے سے میرا منشا بشر ہونے کے باعث ہے کیونکہ محمد صلعم نے کبھی اپنے قول و فعل سے یہ نہیں ظاہر کیا کہ وہ آدمی جیسے نہیں ہیں قرآن مجید میں آنحضرت صلعم کی نسبت یہ ارشاد ہوا ہے :- قل اِنمآ انا بشر مثلکم (حم السجدہ) - (اے محمد تم ان لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی) تم ہی جیسا بشر ہوں - اسی لئے آپ نے تاکید فرمائی ہے کہ پیغمبر کے اوصاف کے مقابلہ میں آدمی کو پیغام الٰہی کی اہمیت و خصوصیت کا زیادہ گرویدہ ہونا چاہئے - آپ نے فرمایا کہ میں بھی انسان ہوں پس دینی امور میں میرے حکم کی متابعت ضروری ہے مگر دنیاوی امور میں جب میں تمہیں حکم دوں تو میری رائے ایک آدمی کی رائے سے زیادہ نہیں (مصنف) کتب صحاح کی ایک بڑی حدیث کا ماخذ مضمون مندرجۂ بالا ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے :- اَنتم اَعلم بامور دنیاکُم یعنی دنیاوی امور سے تم خوب واقف ہو (مترجم)

پر ایمان لاؤگے تو تم مومن (دیندار) بن جاؤگے - خواہ تمھیں لوگ کسی نام سے مخاطب کریں —

سر ایڈون آرنلڈ Sir Edwin Arnold نے اپنی عمدہ نظم پرلس آف فیتھ "Pearls of Faith" اسماء حسنی (اللہ کے ننانوے نام) لکھی ھے اس کے دیباچہ کا کچھہ حصہ میں درج ذیل کرتا ھوں —

"اسلام کی روح توحید ھے اور اس کا دل اطاعت مطلق برضاے الٰہی ھے - مذھب کی تاریخ میں "نا معلوم خدا" کو یونان میں مشتہر کرنے والے خیمہ دوز* پال کی تصویر اس سے زیادہ عظیم الشان نہیں جیسی کہ عرب کے دیوتاؤں کے مندر سے بجز "اللہ تعالیٰ" کے تمام بتوں کو باطل ٹھہرا کر نکال پھینکنے والے شتربان محمد، عبداللہ کے پوت آمنہ کے جاے کی ھے - جس نے خداے تعالیٰ کے قدیم نام اور مقبول عام لقب کے ساتھہ اس کی وحدانیت یا توحید کو کہ

---

* سینٹ پال St. Paul کو عیسائی دنیا نے اپنے مذھبی اصول کا امام مانا ھے اسے پولوس Paulus بھی کہتے ھیں یہ رومی النسل تھا پہلے اس نے بیت المقدس میں دین یہود اختیار کیا پھر عیسائی بن گیا اس نے حضرت عیسیٰ کی بشارت دینے اور اپنے اوپر روح القدس کے نازل ھونے کی عجیب و غریب کیفیت کچھہ ایسی آب و تاب کے ساتھہ بیان کی کہ سب دنگ ھوگئے آخر اس کی سحر بیانی نے اس کا اقتدار بڑھا دیا یونان اور روم کے شہروں میں پھر پھرا کر اس نے دین مسیحی کو مشرکین مغرب کے عقائد میں ڈھال دیا اور اس کی اشاعت کرنے لگا - (مترجم)

وهی زندہ کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا ہے قایم کر دیا اور اس انوکھے اور خدا داد قابلیت رکھنے والے معلم نے ایک وسیع سلطنت نئے عقیدے اور نئی تہذیب کی پیدا کر دی اور انسانیت کے چھٹے حصے کو عالم شہود اور عالم اتحاد کے مظاہر حقیقی میں غوطہ زن ہونے کے قابل بنا دیا۔ اس لئے اسلام کی تالیف قلوب کرنا چاہئے کیونکہ یہ حقارت سے گوشۂ گمنامی میں دھکیل دینے کی چیز نہیں اور نہ اس کی بیخ کنی ممکن ہے۔ یہ دنیا کی تعلیم میں دوسرے مذاہب کے ساتھ برابر کا حصہ لے رہا ہے اور اس بعیدالوقوع خدائی واقعہ میں بھی ضرور حصہ لے گا جس کی طرف ساری کائنات جا رہی ہے"—

جن الفاظ پر خط کھینچا ہوا ہے میں ان کا حوالہ آئندہ نوتوں میں دوں گا اور اس بات کو بھی ذہن نشین کرلو کہ یہ بھی خواہ عالم (کاسموپولیٹن Cosmopolitan) شاعر لفظ اسلام استعمال کرتا ہے نہ محمڈنزم Muhammadanism کا۔

۲ - یہ ہرگز اسلام یا ایمان نہیں ہے کہ محمد صلعم کو اس درجہ بڑھاؤ کہ خدائی کا درجہ دے دو یا اللہ کے ہم پلہ مان لو جس طرح بعض مولوی بتاتے اور کہتے ہیں کہ "شکل احمد* میں احد (خدا) ہے"۔ حالانکہ ہمارے پیغمبر صلعم نے

---

* محمد صلعم کا دوسرا نام احمد ہے مجھے اس قسم کے

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

اپنی ذات کی نسبت اس سے زیادہ نہیں کہا کہ میں بھی ایک آدمی ہوں اور ہم سب کو یہ کہنے کی تعلیم دی ہے :-

اشہد ان لا الہ الا اللہ
و اشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ

یعنی یہ کہ وہ صرف خدا کے بندے اور رسول تھے- ہاں البتہ ایک بات جس کا آپ اپنی ذات کے لئے دعویٰ کرتے رہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ خدا نے مجھے اپنی رسالت و پیغمبری کے لئے انتخاب کر لیا ہے تا کہ اس کے احکام لوگوں کو پہنچادوں- روڈویل Rodwell کا بیان ہے کہ ''اس میں کوئی شک نہیں قرآن کی بنیاد پر ایک کثیر انبار جھوٹی کہانیوں کا اور اولیا کے تذکروں کا نافہمی سے لگا دیا گیا ہے جو شک و شبہ کے درجہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں- لیکن اس کے جواب دہ محمد (صلعم) نہیں اور نہ آپ اُن زیادتیوں کے جواب دہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٨) مجذوبانہ بڑ ہانکنے والوں کی نسبت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں جو اپنے دعوے کو عجیب دلیل سے ثابت کرنے کے لئے پیغمبر کو خدا یا بندہ کو آقا (خدا) سمجھنے لگیں (مصنف)

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کے شرک اور دعوے توحید کی نسبت مولانا حالی نے خوب کہا—

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(مترجم)

ہوسکتے ہیں جو وحشی اور خون کے پیاسے پیروان اسلام نے زمانۂ مابعد میں کیں''۔

۳- خدا کے وہ پیام و احکام جن کی تبلیغ آنحضرت صلعم نے لوگوں میں کی ان سب کو بہت جلد آپ کی وفات کے بعد اس عجیب وغریب کتاب میں جسے قرآن مجید کہتے ہیں جمع و محفوظ کرلیا گیا اسے اب تیرہ سو سال سے زیادہ زمانہ گزرا اس کے ایک لفظ تو کیا ایک نقطے میں بھی فرق * نہیں آیا۔

پیامات الٰہی جو قرآن میں ہیں اور آنحضرت صلعم کے اُن ارشادات میں جو کتب احادیث میں جمع ہیں فرق یہ ہے کہ جس وقت رسول خدا صلعم پر کوئی پیام الٰہی ذریعہ وحی نازل ہوتا تھا تو خود آنحضرت صلعم کو ایک خاص کیفیت محسوس ہوتی تھی اور جو لوگ اس وقت آپ کے نزدیک ہوتے تھے وہ دیکھتے تھے کہ آنجناب اس وقت بشریت سے علیحدہ ہو کر مدارک ملکوتی میں پہنچ گئے ہیں اور الہام ربانی کی قوت آنحضرت صلعم کو مجبور کر رہی ہے کہ جو پیام الٰہی آنحضرت پر ذریعہ وحی نازل ہوا ہے اسے وہ بجنسہ لوگوں کو سنادیں اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں جب آنجناب معمولی آدمیوں کی طرح سے بات چیت کرتے تھے تو کوئی آثار نزول وحی کے ظاہر نہ ہوتے تھے۔

---

* قرآن مجید کی حفاظت خداے تعالی نے اپنے ذمہ لی ہے اس کا ارشاد ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون پس قیامت تک اس کے ایک لفظ یا شوشہ میں فرق آنے کی مجال نہیں ہے اور نہ اس میں غلطی اور خطا کا امکان (مترجم)

اگر میں الہام ربانی یعنی وحی (جس کی بناپر آپ پیامات الہی کو لوگوں تک پہنچایا کرتے تھے) کی اصل حقیقت کو بیان کروں تو میں اپنے مطلب سے بھٹک جاؤنگا البتہ اگر تم ایسی کتابیں جیسی کہ پروفیسر جیمس Prof. James کی تصنیف جس کا نام "Varieties of Religious Experence" ہے پڑھوگے تو تم اسے سمجھہ جاؤگے - تاہم ہمیں پاک باطن مومنین کی طرح اس حقیقت کو مان لینا چاہئے جیسا کہ آنحضرت صلعم کے صحابہ نے بیان کیا ہے کہ آنجناب بہ وقت نزول وحی بشریت سے بالکل علیحدہ ہو جایا کرتے تھے —

قرآن مجید کی عبارت بجائے خود آج تک بے تعصب اشخاص کی زبان سے بھی یہ ثابت کرا رہی ہے کہ کسی معمولی آدمی کے معمولی اقوال نہیں ہیں ان میں کوئی ایسی عجیب و غریب بات ضرور ہے جو خود بخود محسوس ہوتی ہے مگر اس کی تعریف و تشریح بذریعہ الفاظ نہیں کی جا سکتی ہے - گبن "Gibbon" اور میور "Muir" جیسے مورخین اور سوانح نویس اور راڈویل "Rodwell" پامر "Palmer" اور لین پول "Lane Poole" جیسے مترجمین (قرآن) بھی قرآن مجید کی فصاحت اور اس کے پر زور طرز بیان کی عظمت و شکوہ کے قائل اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں - حتی کہ سیل "Sale" سا شخص یہ کہتا ہے کہ "فی الحقیقت

قرآن مجید کے بعض مضامیں تو بڑے ہی اعلی پایہ * کے ہیں-

۴- ہم قرآن مجید کو خاص کر کلام الہی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں وہ اعلی درجہ کے پاک و روحانی پیامات ہیں جنہیں اُمی لقب محمد صلعم نے بیان کیا ہے- عہد عتیق کی بعض کتابوں کی طرح نہ تو یہ تاریخ ہے اور نہ انجیل کی بشارت کی چار† کتابوں کے مانند سوانح عمری کی شان رکھتی ہے بلکہ یہ ایک مجموعہ ہے مذہبی نصائح- ہدایات و احکامات کا جو حسب ضرورت وقتاً فوقتاً نازل ہوتے رہے اور بلا کم و کاست لوگوں کو پہنچا دیے گئے-

---

* قرآن مجید کے مضامین کی فصاحت و بلاغت آنحضرت صلعم کا ایک جیتا جاگتا معجزہ ہے جس نے ابتدا سے آج تک مخالفین اسلام کو یہ اعلان دے کر عاجز کر رکھا ہے:—

اور وہ جو ہم نے اپنے بندے (محمد) پر (قرآن) اُتارا ہے اگر تم کو اس میں شک ہو (اور یہ سمجھتے ہو) کہ یہ کتاب خدا کی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے اور (اپنے دعوے میں سچے ہو) تو اس جیسی ایک سورہ تم (بھی) بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمائتیوں کو بھی بلا لو—	و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوبسورۃ من مثلہ وادعوا شہدآکم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۔(قرآن مجید)

مترجم

† (۱) انجیل متی (۲) انجیل مرقس (۳) انجیل لوقا (۴) انجیل یوحنا

مترجم

بیشک اس میں زمانۂ قدیم کے انبیاء علیہ السلام کے قصوں اور گزشتہ واقعات کے جن سے عربؔ کے باشندے واقف تھے حوالے بھی ھیں لیکن یہ زیادہ تر مثال و توضیح کے لئے ھیں نہ بیان واقعات کے لئے، بلکہ کم و بیش بطور امثال کے بیان کئے گئے ھیں - قرآن میں ھے —

یہ مثالیں ھیں جنھیں ھم نے لوگوں کے سامنے پیش کیا ھے -	تلک الامثال نضربھا للناس (قرآن مجید ۲۹ - ۴۳)

مفسرین مثل زمخشری جنھوں نے تفسیر کشاف لکھی ھے اور امام فخرالدین رازی جن کا علم و فضل محتاج بیان نہیں اور جن کی تفسیر کبیر مشہور ھے انھوں نے بھی یہ صریح طور پر ثابت کیا ھے کہ قرآن مجید میں کوئی بات ایسی نہیں ھے جو بعید از فہم ھو اور قانون قدرت کے مطابق اسے عقلاً نہ بیان کیا جا سکے اگر تم سرسید احمد کی تفسیر احمدی یا ان کے خطبات کو پڑھو تو تمھیں معلوم ھوگا کہ اُنھوں نے جنت، دوزخ اور روز جزا* وغیرہ کے خیالات کی معقول شرح کی ھے - مجھے اس موقعہ پر ان کے متعلق بیان کرنے کی ضرورت نہیں میں تمھیں اس امر کی جانب متوجہ کرنا چاھتا ھوں کہ کوتاہ بینی و تنگ خیالی اھل علم میں رواج

---

* یوم الدین (روز جزا) یعنی عقیدہ کا دن - تباھی کا وقت جس کی پیشیں گوئی اسلام اور نیز سائنس کرتے ھیں - سرسید احمد نے سائنس جدید کے مطابق قیامت کبریٰ یعنی عالمگیر تباھی اور قیامت صغریٰ یعنی شخصی موت کے معنی خوب بیان کئے ھیں (مصنف)

پا گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تم کسی ایسی بات کا جس سے عموماً ہر شخص واقف ہے اور سمجھتا ہے ذکر کرو مثلاً جب محمد صلعم کے کسی کام کو جیسا کہ ایک ذی فہم شخص کا کوئی معمولی کام ہوا کرتا ہے بیان کرو تو ہمیں یہ نہ ماننا چاہئیے (یا فرض کرلینا چاہئیے) کہ یہ آنحضرت صلعم کا معجزہ ہے - اگر ہم ابرہہ* کی فوج کی شکست و ہزیمت کے قدرتی اسباب مثلاً مرض متعدی وغیرہ کا شایع ہونا بیان کریں تو ہمیں اس کو فوق العادت† واقعہ نہ ماننا چاہئیے —

۵ - قرآن مجید فلسفہ کے کسی خاص طریقہ کی پاسداری نہیں کرتا ہے بلکہ اس نے مسلمانوں کو آزادی دے رکھی ہے کہ یہ کسی طریقۂ خیال کو اختیار کریں بشرطیکہ وہ توحید (یعنی خدائے یکتا جو دایمی ابدی اور قادر مطلق ہے) کے مخالف نہ ہو - اس طرح قرآن مجید نے خود مذہب کو اس حد تک محدود کردیا ہے اور یہ آدمی کو اس مقام تک لے جاتا ہے کہ جہاں یہ اپنے خدا کے رو در رو ہوجائے —

---

* جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ الم ترکیف میں آیا ہے (مترجم)

† معجزات وغیرہ کی نسبت لوگوں کے جو اعتقاد ہیں اور جس خوش اعتقادی کے ساتھ ان کو مان لیا گیا ہے اگر یہ دلی جوش صحیح ہے اور یہ انسانی زندگی کے طرز عمل کی رہنمائی نیکی کی طرف کرتا ہے تو جو معقول عقیدہ یا رائے ان کے متعلق ہو وہ کافی ہے - یہاں اسلامی معتقدات کے طور پر اس کا ذکر آیا ہے - یہ کسی امر کے متعلق جس کی عملاً ضرورت ہو معترض نہیں ہوتا غیر ازیں کہ یہ بعید از عقل ہے - اس سے اسلام کے خیالات توحید خدا اور اخوت انسانی پر کوئی حرف نہیں آتا (مصنف)

(الف) پھر قرآن مجید کا مقصد یا منشا کیا ھے ؟

آدمی کا اپنی ذات کی نسبت واقفیت بہم پہنچانا -

من عرف نفسه فقد عرف ربه	جس شخص نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا -

(ب) آدمی کو اپنی ذات کی معرفت کیوں حاصل کرنی چاھئے ؟

اس غرض سے تا کہ مابقی دنیا کے ساتھ اپنے صحیح تعلق رکھنے کا اسے علم ھو جائے اور یہ اپنے طرز عمل کو اس کے موافق بنالے یعنی اپنی ذات کے لئے سچا دوسروں کے لئے صادق اور اپنے خدا کے ساتھ۔ اپنے خیالات اقوال واعمال میں راستباز رھے —

(ج) قرآن مجید کسی آدمی کو اپنی ذات کی معرفت حاصل کرنے کی کس طرح تعلیم دیتا ھے ؟ اُسے یہ بتا کر کہ :-

۱ - خدا ازلی * ھے - هوالاول والآخر

وہ سب سے پہلا سب سے پچھلا ھے کہ اس کے وجود کی ابتدا اور ھستی کا آغاز نہیں اور نہ آخر ھے یعنی دائمی ابدی ھے کہ اس کی بقا کے لئے انتہا اور دوام کے لئے انقضا نہیں

---

* سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق (قرآن مجید ۱۲-۵۳)

ھم انہیں بہت جلد ھر جگہ اپنی نشانیاں دکھادیں گے اور خود ان کے دلوں میں، یہاں تک کہ انہیں صاف و صریح طور پر معلوم ھوجائے کہ بیشک یہی خدا ھے —

۲ - خدا کائنات * میں ہے -
والظاہر

(وہ آشکارا ہے یعنی خدا ظاہر ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کا وجود اُس کی ہستی اُن آیات ودلائل سے ظاہر ہے جو آسمان وزمین میں ہر صاحب بصیرت کو دکھائی دیتے ہیں)

۳ - خدا آدمی کے دل † میں ہے -
والباطن

(پوشیدہ ہے یعنی خدا کے باطن ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی کُنہ ذات حجاب جلال میں پوشیدہ ہے)

ان معنی میں قرآن مجید فی الحقیقت وحی ہے!

ففی کُل شیء لہ آیۃ
تدل علی اِنہ واحد.

اس کا نشان ہر شے میں ہے
جو اس بات پر دلالت کرتا ہے
کہ خدا ایک ہے -

---

* ولله المشرق والمغرب
فاینما تولوفثم وجه الله
(قرآن مجید ۱-۱۱۵)

اور الله ہی کا پورب اور پچھم ہے تو جہاں کہیں منہ کر اُدھر ہی کو الله کا سامنا ہے —

† وفی انفسهم
افلا تبصرون (قرآن مجید ۲-۲۱)

اور وہ تمہارے دل میں ہے
تم اسے کیوں نہیں دیکھتے —

(مصنف)

(۷)

اِسلام کیوں بہترین مذہب ہے ؟

میرا حقیقی کام اس مضمون سے شروع ہوتا ہے مجھے اب یہ بیان کرنا ہے کہ میں مذہب اسلام * کو ان تمام مذاہب سے

---

* (خالص) اسلام کو موجودہ اسلام (یعنی مسلمانی) سے منسوب کرکے بدنام نہ کرنا چاہئیے جس نے اسلام کی سہولتوں کو سختی سے بدل دیا ہے۔ زمانۂ متوسط کے عقائد (باطلہ) اور مشرکین کے عقائد کا لباس جو اسے پہنا دیا ہے اس نے اسلام کو بدنام کردیا ہے۔ مسٹر جے سی ملونی کی صوبہ مدراس کی سنہ ۱۹۱۱ع کی مردم شماری کی رپورٹ دیکھو انھوں نے اس میں مولانا الطاف حسین حالی کے مشہور مسدس کا اقتباس لکھ کر یہ بتایا ہے کہ جنوبی ہند میں مذہب اسلام کو ہندؤں کے عقائد نے کس درجہ متاثر کیا ہے۔

مولانا حالی مرحوم کا رسالہ آلدین یسر (دین میں آسانی ہے) بھی پڑھو اس میں یہ بیان کیا ہے کہ کس طرح اسلام میں بجائے آسانی کے دقتیں پیدا کردی گئی ہیں یعنی اسے سخت اور ناقابل ترقی بنا دیا ہے۔ (مصنف)

فرانسیسی محقق ڈاکٹر لیبان اپنی کتاب تمدن ہند میں لکھتے ہیں:۔ ”وہ اسلام جو اس وقت ہند میں رائج ہے اس کی حالت بھی بالکل ویسی ہی ہوگئی ہے جیسی ہند کے اور مذاہب کی۔ اس کی پاک اور خالص توحید میں یہاں تغیرات پیدا کرنے پڑے ہیں۔ مسلمان پیغمبر کا درجہ خدا کا سمجھتے ہیں۔ لوگ کثرت سے ولیوں کو بھی مانتے ہیں جس طرح پیروان بدھ مذہب میں شاکیا منی کے دانت اور بال پوجے جاتے ہیں مسلمانوں میں ”موے مبارک“ کی پرستش ہوتی ہے بعض نشان قدم ایسے ہیں جن کو ہندو برہما کا قدم اور بدھ شاکیا منی کا قدم اور مسلمان حضرت رسول اللہ صلعم کا ”قدم شریف“ سمجھ کر پرستش کرتے ہیں“۔ (مترجم)

جن کے معتقد تمام دنیا میں پھیلے ہوے ہیں کیوں بہتر جانتا ہوں - اس بات کو یاد رکھو میری مراد یہ نہیں ہے کہ دوسرے مذاہب اچھے نہیں ہیں بلکہ صرف یہ کہتا ہوں کہ اسلام اُن مذاہب سے جنہیں میں جانتا ہوں بہترین ہے - کیوں ؟ اس لئے کہ کوئی دوسرا مذہب سائنس کے جدید خیالات سے اس قدر خوبی کے ساتھہ مطابقت نہیں کرتا جیسا کہ اسلام کرتا ہے مذہب کے ساتھہ " بہتر " " زیادہ بہتر " اور " بہترین " کی صفتیں جو میں لگاتا ہوں اس سے میرا منشا اس پیمانہ کا اندازہ بتلانے کا ہے کہ جس سے ہر ایک مذہب اپنے معتقدات و تعلیم کے اعتبار سے لوگوں کو اپنی بہبودی و فلاح چاہنے کی ہدایت کرتا ہے اور لفظ سائنس Science (علم) سے میرا مطلب اُس منتظم اور منضبط معلومات سے ہے جو ہمیں اشیاے معلومہ یا قابل معلوم کے متعلق ہوتا ہے - سائنس Science اُن چیزوں کو دریافت کرتا ہے جو انسان کی فلاح کے لئے ضروری یا مناسب ہوں " فنون " Arts عموماً وہ طریقے بتاتے ہیں جن سے وہ چیزیں دستیاب ہوں یا بنائی جائیں - حکومتیں ان سہولتوں کو جن سے سائنس کی تحقیقات یا فنون کی ترقی ہو فراہم کرتی ہیں اور ان کا فراہم کرنا ان کا فرض ہے اور " مذہب " وہ ہے جو سائنس اور آرٹس (علوم و فنون) سے کامل فایدہ حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو اُبھارے - تم ایک گھوڑے کو دریا کے پاس لے جا سکتے ہو مگر جب تک کہ وہ پیاسا نہ ہوگا تم اسے پانی نہ پلا سکوگے ، اگر پیاسا ہے تو وہ خود بخود پی لے گا اور اگر پیاسا نہیں ہے

تو اسے نہ صاف و شفاف پانی کا دکھانا بآسانی اس کے پینے کی طرف راغب کرے گا اور نہ وہ کبھی چابک مارنے یا چمکارنے سے پانی پینے کی طرف مائل ہوگا - بالکل اسی طرح سے سائنس کو یا جو شے مفید ہو اُسے پانی تصور کرو، فنون تمہیں اس کے حاصل کرنے کے مختلف طریقے بتلاتا ہے اور تمہاری حکومت انعامات دینے کی تحریص یا سزا دینے کی دھمکی دیتی ہے - مگر تمہیں وہ پانی پینا نصیب نہ ہوگا - مطلب یہ کہ تم ان اچھی چیزوں سے فائدہ نہ اُٹھا سکوگے جو تمہارے فائدے کے لئے تمہاری دسترس میں رکھی گئی ہیں، بجز اس کے کہ تم پیاسے ہو یا کوئی خاص بات تمہاری ذات میں ایسی ہو جو تمہیں اس کی طرف راغب کرے - غرضکہ یہ پیاس یا طبعیت میں تحریک پیدا کرنے والی قوت - ارادہ یا سبب مذہب سے پیدا ہوتا ہے یا یوں کہو کہ مذہب اسے فراہم کرتا ہے —

مذہب کا خاص فائدہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں نیکی اور پاک دامانی کی زندگی بسر کرنے کی خواهش * پیدا کرے یہ بالکل سچ ہے کہ بہت سے آدمی اُمید جزا اور خوف سزا کے باعث خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں نیک رویہ اختیار کرتے ہیں اور بعض مذاہب (اور نیز اسلام جیسا کہ بعض

---

* میں ایسے مذہب کو نہیں جانتا جو یہ نہ کہتا ہو کہ نیکی کرو اور برائی سے باز رہو اور میرا خیال ہے کہ ایسا بھی کوئی مذہب نہ ہوگا جو یہ نہ کہتا ہو کہ اچھی اور خوشی کی زندگی بسر کرو - (مصنف)

مولوی بتاتے ہیں) جنت کی لہلہاتی اور دوزخ کی بھیانک تصویریں دکھاتے ہیں جو بعد مرنے کے اچھے اور برے آدمیوں کی منتظر ہیں - بقول غالب

هم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

یہ تحریکات انسان کے قواے ملکوتی کے مقابلہ میں ہیچ اور نکمی ہیں اور ایسی ہیں جیسے کہ ایک اڑیل ٹٹو کے چلانے کے لئے چابک چٹخادیا یا ہری گھاس دکھادی - یہ ایسے موثر اور دیرپا متحرکات نہیں ہیں جیسے کہ وہ اعلیٰ روحانی اسباب ہیں جنھیں ایک سچا مذہب نیکی کی زندگی بسر کرنے کے لئے فراہم کر دیتا ہے - میں اس موقعہ پر اس سے زیادہ بحث نہیں کر سکتا اگر کروں تو فلسفہ اور الٰہیات کی بحثوں میں جا پڑوں گا جو میرے موجودہ بحث سے خارج ہے - اس غرض کے لئے یہ کہنا کافی ہے کہ نیکی کی زندگی بسر کرنے کے لئے روحانی یا مذہبی تحریک تمام تحریکات سے بہتر ہے کیونکہ یہ آدمی کی اعلیٰ اور ملکوتی خصلت کو اُبھارتی ہے اور اسفل فطرت یعنی بہیمی صفات کو مغلوب کر دیتی ہے - کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے —

آدمی زادہ طرفہ معجون است   از فرشتہ سرشتہ وزحیوان
گر کند میل ایں شود کم ازیں   ورکند قصدآں شود بہ ازاں

یہ صرف سچے مذہب کی بدولت ہے کہ بنی نوع انسان پاکدامنی میں فرشتوں سے بھی سبقت لیجاتا ہے غور تو کرو یہ بعینہ وہی خیال ہے جسے سر آلیور لاج Sir Oliver Lodge

نے اپنی کتاب
The Substance of Faith Allied With Science.
(مذہب کی ہستی سائنس سے متحد ہے) میں بیان کیا ہے—

مذہب سے ایک اور فائدہ بھی ہے جس کو میں اپنے اصل مطلب کی طرف رجوع ہونے سے قبل مختصراً بیان کرنا چاہتا ہوں- تم بہت سے کام کرنے کا ارادہ کرتے ہو لیکن ان سب کو انجام دینے میں کامیاب نہیں ہوتے خواہ اس وجہ سے کہ تم نے اپنے قصد کو بدل دیا ہو یا کسی شخص یا بعض وجوہات نے تمہیں ان کے کرنے سے باز رکھا ہو تاہم تمہاری ذات کے لئے یہ ایک اہم بات تھی کہ تمہاری خواہشیں جو فطرتاً تمہارے افعال سے بہت زیادہ ہوتی ہیں ایسی ہی اچھی ہوں جیسے افعال کے ملکی قوانین اور معاشرتی آداب تمہارے دلی ارادوں اور جذبات کا انسداد پوری طرح سے نہیں کر سکتے کیونکہ قوانین اور ضوابط صرف ظاہری افعال کا محاسبہ کر سکتے ہیں- حقیقت یہ ہے کہ افعال جو ظہور میں آتے ہیں وہ تمہاری نفسانی خواہشات جذبات اور تعصبات کا نتیجہ ہوتے ہیں مگر سچے مذاہب کا جیسا حقیقی دین عیسوی اور سچا اسلام ہے، یہ خیال ہے کہ دل میں کسی فعل کی نیت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی فعل کا صادر ہونا، اور وہ انسان کے دلی جذبات کو جو جادۂ نیکی سے دور اور بدی سے مملو ہوتے ہیں قبل از وقوع ہی روک دیتے ہیں—

ماحصل یہ کہ جو مذہب کہ انسان کو جادۂ نیک اختیار

کرنے کے لئے بہترین مقاصد پیش کرتا ہے اور فاسد جذبات کو نہایت موثر طریقہ سے رد کرتا ہے لازماً وہی مذہب زمانۂ حال کے علوم و فنون کے مسلمہ خیالات کے مطابق ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اِس لئے میں کہتا ہوں کہ وہ دین اسلام* ہی ہے —

میں اس بحث کو زمانۂ حال کے ایک خیال اور اس سے اسلام کی مطابقت کی ایک مثال سے شروع کرتا ہوں - یعنی زمانۂ حال کا خیال یہ ہے کہ دنیا صرف ایک نہیں بلکہ ایسی اور بہت سی دنیائیں کائنات میں موجود ہیں - تاہم چند مذاہب ایسے ہیں کہ جن کے اعتقادات کی رو سے دنیا یہی ایک ہے جس میں ہم رہتے ہیں اور خلاق عالم نے اس کو صرف انسان کے لئے پیدا کیا اور قایم رکھا ہے - مگر سائنس+ نے اس

---

* یہ فطرت انسانی کی کج روی سے باز رکھنے کے بہترین متحرکات بہم پہنچاتا ہے سینٹ پال ہماری توجہ اس عمدہ کلام کی طرف مائل کرتے ہیں :-

" نیک کام مجھ سے بن نہیں پڑتے چنانچہ جس نیکی کا ارادہ کرتا ہوں وہ تو نہیں کرتا مگر جس بدی کا ارادہ نہیں کرتا اسے کر لیتا ہوں" —

(رومیون باب ۷ - آیت ۱۹ و ۲۰) مصنف

+ ڈریپر صاحب کی کتاب Draper's Conflict between Science and religion دیکھو - اس میں ایسے تاریخی حالات درج ہیں کہ کس طرح بعض سائنس کے خیالات مذہب کے ساتھ مقابلہ کرنے میں نقصان دہ ثابت ہوئے ہیں یہ وہی کتاب ہے جس میں ایک خاص طریقہ سے اس الزام کی جو حضرت عمر پر کتب خانۂ اسکندریہ کے برباد کرنے کا لگایا گیا ہے تردید کی گئی ہے - (مصنف)

طرح کے خیالات کو صرف نا جائز ھی ثابت نہیں کیا ھے بلکہ یہ باور کرنے کے لئے وجوھات پیش کئے ھیں کہ سیارے جن کو ھم دیکھتے ھیں ھرایک بجائے خود ایک دنیا ھے اور ان میں ذی روح کا وجود ھے، اس لئے ھماری اس دنیا کو اور اس کے باشندوں کو یہ حق حاصل نہیں ھے کہ خلاق عالم کی ذات کو خاص اپنے ھی لئے مخصوص کرلیں-اور نہ نوع انسانی کو یہ دعویٰ کرنے کا کوئی حق ھے کہ ھم ھی دنیا کے بہترین باشندے اور خدا کی بہترین مخلوق ھیں-سائنس ان دنوں ایسی مخلوق کے دریافت کرنے کا جو آدمی سے افضل ھو کھوج لگا رھا ھے—

غور کرو! یہ ھے مطلب!! رب العالمیں (تمام دنیاؤں کا پروردگار) کا جو سورۂ فاتحہ میں ھے اور قرآن مجید میں جا بجا آیا ھے-یہ رب العالم یا رب الانسان نہیں کہتا بلکہ رب العالمین "دنیاؤں کا مالک" کہتا ھے-عربی میں اسم معرفہ، الف ل اکثر بزرگی اور عظمت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ھے جیسے لفظ اللہ جس کے معنی ھیں بہت ھی عظمت والا خدا—

از روے اسلام علم کے دو ذرائع ھیں، "سائنس" اور "الہام" اول الذکر سے آدمی کی وہ کوشش مراد ھے جس سے وہ خدا کو پہچانتا ھے اور موخرالذکر خدا کے اس فضل سے مراد

ہے کہ جس کی رو سے خلاق عالم اپنے صفات کا انکشاف* بندے پر کرتا ہے- میرا ذاتی اعتقاد یہ ہے کہ معلومات کے ان دو ذرایع یعنی "علم" اور "الہام" میں وہی فرق ہے جو تجربہ اور وجدان میں ہے یا کسی خیالات اور فطرتی خیالات میں ہے اور اس فرق کو زمانۂ حال کے ماہرین فلسفہ (جیسے اسپنسر Spencer اور برگسن bergson) جنس کا نہیں بلکہ صرف مدارج کا فرق تصور کرتے ہیں—

---

* خدا کی جانب سے انسان کو اپنی زندگی میں ہر لحظہ کشف والقا ہوتا رہتا ہے یہ امر ہر شخص کی روحانی قابلیت پر منحصر ہے یعنی جس حد تک کوئی خدا کی معرفت حاصل کرے گا اور جتنا سنت الہی سے واقف ہوگا اُتنا ہی اُسے کشف و القا ہوگا- یہ روحانی قابلیت کچھہ تو آدمی کو اِرثاً اس کے اسلاف سے پہنچتی ہے اور کچھہ عقیدہ، عبادت، نیک کرداری ور عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے- (مصنف)

(۸)

نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار
چکنم حرف دگر یاد نداد اُستادم

توحید اور اتحاد

مجھے سائنس کے جدید خیالات سے اسلام کے کل علم الٰہیات کی مطابقت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے میں اُن تین اصول اور اُن تین قاعدوں پر اکتفا کرتا ہوں جو سورۂ فاتحہ میں مضمر ہیں۔جن کی تشریح میں اپنے کسی گزشتہ نوٹ* میں کرچکا ہوں—

۱- آیت۔ آلحمد لله رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین۔

اصول توحید پر اشارہ کرتی ہے

"صرف ایک ہی خدا ہے جس نے دنیاؤں کو پیدا کیا ہے ان کا پروردگار ہے اور انہیں چلا رہا ہے"۔

اس کا ماحصل توحید اور اطاعت ہے

اتحاد ذریعہ قوت ہے = اپنے بادشاہ کے مطیع رہو

۲- آیت۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اِهدنا الصراط المستقیم

اس کا ماحصل درجۂ کمال ہے

"خدا کی عبادت' اسی کی حمایت اور ہدایت ہمارے

---

* دیکھو دوسرا نوٹ

جسمانی اور نفسانی کمال کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے"

اس کے یہ نتائج ہیں

"اپنی مدد آپ کرو" اور "خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں"

اپنی ذات کے لئے سچائی * اختیار کرو

۳-آیت- صراط الذین انعمت علیہم غیرالمغضوب علیہم ولاالضالین-

اُصول اعتدال پر اشارہ کرتی ہے

"یہ نیکی کا سیدھا رستہ ہے جو تمہیں سعادت کی طرف چلنے کی ہدایت کرتا ہے اور گناہ اور غلطی کے ٹیڑھے رستوں پر چلنے سے روکتا ہے"—

اوسط کا طریقہ اس کا نتیجہ ہے

خیرالامور اوسطہا   ہر امر میں اعتدال پسند بنے رہو

اب میں حتی الامکان بہت ہی مختصر اور سہل طریقہ سے یہ بتانے کی کوشش کرتا ہوں کہ وہ اُصول اور قاعدے جو میں نے بیان کئے ہیں کس طرح موجودہ زمانہ کے مستند اور بہترین علمی خیالات کی مطابقت کرتے ہیں- "مستند علمی خیالات" سے میری مراد وہ خیالات ہیں جو مشہور آفاق ماہرین سائنس کے مدتوں کی غور و فکر اور دیرینہ تحقیقات و مشاہدات کا ماحصل ہیں- میں صرف نتائج سے بحث کرسکتا ہوں نہ وجوہات و دلائل پر کہ جن کی بنا پر انہوں نے

---

* راستی موجب رضاے خداست

نتائج مذکور قایم کئے ہیں - اگر تم ان کے خیالات کے متعلق زیادہ معلومات بہم پہنچانا چاہتے ہو تو میں ان مصنفین کا اور ان کی تصانیف کا نام بتا دوں گا —

۱ - اُصول توحید

اول اُصول توحید یہ بتاتا ہے کہ کائنات میں صرف ایک ہی قوت ہے اور اس کے مختلف اشکال اور مظاہر کو ہم "قوتیں" کہتے ہیں - زندگی صرف ایک ہی ہے مگر مختلف صورتوں میں اس کے منکشف ہونے کو ہم "زندگیاں" کہتے ہیں اور نفس فقط ایک ہی ہے لیکن اس کے مختلف مظاہرات کو ہم "نفوس" کہتے ہیں - پس عالمگیر قوت، عالمگیر زندگی، عالمگیر نفس یا عقل کُل*

رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین

بجائے خود اتنی حالتیں، شکلیں اور مظاہر ہیں صرف اللہ کی ایک ذات کے، جس کی شان مرادف ہے الصمد (بے نیاز) کی اور جس کی ذات غیر منتہی و مطلق مصداق ہے:-

لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد کی

مشہور و معروف سربرآوردہ لوگ جن کے نام درج حاشیہ ہیں ان کی تصانیف اگر پڑھو تو تمہیں یہ معلوم ہوگا کہ یہ لوگ مدت العمر کی تحقیقات

Herbert Spencer
ہربرٹ اسپنسر

Prof. James پروفیسر جیمس

Dr. Theodore Merz
ڈاکٹر تھیوڈور مرز

---

* مجھے نہ اتنی فرصت ہے نہ گنجائش کہ وہ آیات قرآنی جو یہاں درج کی گئی ہیں ان کا پورا پورا مطلب بیان کروں - (مصنف)

اور جانفشانیوں سے خدا شناسی Sir Oliver Lodge سرآلیورلاج
Dr. A. R. Wallace
کے جن خیالات و نتائج پر ڈاکٹر اے - آر - ویلس او - ایم پہنچے ہیں بالکل وہی اعتقاد صدیوں پیشتر اسلام نے منضبط کر دیا ہے —

ہر بچے کو شروع سے ہی یہ تجربہ ہو جاتا ہے کہ یہ "میرا ہے" اور "وہ میرا نہیں ہے" - یہی تجربہ نشو و نما پا کر جوان آدمی میں "میں" (أنا) اور "میں نہیں" (غیر أنا) میں بدل جاتا ہے - اول الذکر کو "موضوع" کہتے ہیں جو جانتا ہے اور ثانی الذکر کو "معروض" جو جانا گیا ہے - بالفاظ دیگر جاننے والے یا موضوع کو "ذہن" کہتے ہیں اور معروض یا جانے ہوے کو "مادہ" —

موجودہ زمانہ کے اکثر فلاسفہ اس بات کے یقین میں متفق الرائے ہیں کہ نفس اور مادہ ایک ہی حقیقت کی دو حالتیں ہیں جو سب پر محیط ہیں - ٹھیک اسی طرح جیسے کہ محل فلک نما ایک بڑی عمارت ہے جب اسے مختلف سمتوں سے دیکھا جاتا ہے تو اس کی شکلیں بھی مختلف نظر آتی ہیں حالانکہ وہی ایک عمارت ہے - اسی طرح وجود کی حقیقت ہمیں مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے جس طرح کہ نفس اور مادہ، تاہم وہ ایک ہی حقیقت * ہے —

---

* بعض اس حقیقت کو خدا کہتے ہیں اور بعض خدا کی ذات کو بہ نسبت اس حقیقت کے بزرگ و برتر بتاتے ہیں جس کی شان مختلف طور سے جلوہ نما ہوتی رہتی ہے سعدی نے کیا

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

ڈرھم یونیورسٹی کے ڈاکٹر مرز Dr. Merz نے اپنی کتاب "اُنیسویں * صدی کے یورپ کے خیالات سائنس کے متعلق" میں بڑے غور و خوض کے بعد یہ بیان کیا ھے —

"محققین سائنس کی عقل موجودات عالم کی ترتیب کے تصور سے ابتدا کر کے کائنات کی سلسلہ بندی کے تصور سے گزرتی ہوئی وحدانیت کے تصور کو پہنچتی ھے" -

سائنس نے جس ترتیب کو وحدانیت کے خیال پر پہنچنے کے لئے اختیار کیا ھے وہ اسلام کے طریقۂ عمل کے برعکس ھے ۔ اول الذکر یعنی سائنس ابتدا کرتا ھے ترتیب کائنات سے اور سلسلۂ موجودات سے گزر کر وحدانیت پر پہنچتا ھے، لیکن موخرالذکر یعنی اسلام پہلے پہل وحدانیت سے شروع کرتا پھر تسلسل کائنات سے گزرتا اور اس کے بعد ترتیب سے دو بدو ہوتا ھے - یعنی : —

اسلام	سائنس
۱ - توحید = رب العالمین = اللہ = حقیقت - عقل اور مادہ دونوں اس کی مختلف	۱ - ترتیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸) خوب کہا ھے -

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وھم
وز ھرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

* اس کے سمجھنے کے لئے تمھیں خود ان کی کتاب کی دوسری جلد کا صفحہ ۷۳۸ دیکھنا چاھئے میں اس چھوٹے سے نوٹ میں اسے بیان نہیں کرسکتا۔ (مصنف)

اشکال ہیں-

۲ - تسلسل ۲ - تسلسل = الرحمن الرحیم = توانائی یا قوت-

۳ - توحید ۳ - ترتیب = مالک یوم الدین = عمل یا ترتیب-

ماحصل یہ کہ "اصول توحید" جسے سر ایڈون آر نلڈ Sir Edwin Arnold نے اسلام کی روح کہا ہے- اس کی مطابقت سائنس اور فلسفۂ جدید کے نتائج سے بخوبی ہو جاتی ہے- مجھے اب اس کے متعلق زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہی صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ سائنس نے اب ان ہر سہ کو ثابت کر دیا ہے—

(۱) تواحد مادہ (۲) تواحد قوت (۳) تواحد ترتیب- اور فلسفہ بتاتا ہے کہ یہ تینوں ایک لازوال ابدی قوت* میں تحلیل ہو جاتے ہیں جس کا نام خدائے قادر مطلق ہے—

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم	نہ کوئی قوت (ایسی) ہے (جو برائیوں سے باز رکھے) نہ قابلیت (ایسی ہے جو اچھے کام کرائے) سوائے خدا (کی ذات) کے جو بڑی شان والا ہے—

* "دنیا میں انسان کے برابر کوئی افضل شے نہیں اور انسان میں قوت ادراک یعنی عقل کی برابر کوئی بہتر چیز نہیں" سر ولیم ہملٹن Sir William Hamilton- از روے اسلام "عقل انسانی میں خدا کی یاد کے سوا کوئی افضل شے نہیں" (مصنف)

۲-اتحاد و اطاعت - قابل لحاظ یہ امر ھے کہ اصول توحید سے کس طرح اتحاد و اطاعت کا مسئلہ استنباط ھوسکتا ھے - انسان خدا کی ایک مخلوق ھے اس لئے اسے یہ لازم ھے کہ وہ اچھے اور رحمانی خصائل اختیار کرنے کی کوشش کرے اور اپنی حرکات و سکنات میں خدا کا اتباع کرے - سب کی بھلائی کے لئے اپنے ابنائے جنس کے ساتھہ اتحاد پیدا کرکے حقیقی قوت کو عملاً حاصل کرنے میں سعی کرے یہ اسلام کے کفارہ * (فنا فی اللہ) کا عقیدہ ھے یعنی یکتائی کے اعتبار سے بالکل خدا کی ذات میں فنا ھوجائے اور خدا کی مخلوق کے ساتھہ اس درجہ اتحاد بڑھائے جس حد تک کہ اختلاف طبائع اور ماحول اجازت دیں - لیکن فی الحال تمھیں ان نظریوں کے ساتھہ اُلجھنے کی ضرورت نہیں ھے - تمھارے یاد رکھنے کے لئے اتناھی کافی ھے کہ رسول خدا صلعم کی رسالت کی غایت منشا یہ تھی کہ خدا کی وحدانیت کے مستحکم عقیدہ کی بنا پر بنی نوع انسان میں باھمی اخوت قایم ھو - اسی غرض سے آپ نے توحید کی تلقین فرمائی اور مدت العمر اسی ایک عالم گیر اخوت کے قایم کرنے کی سعی فرماتے رھے —

---

* مذھب عیسوی میں کفارہ کا عقیدہ اس سے بالکل جدا ھے (مصنف) عیسائیوں کے کفارہ کے مسئلہ کی نسبت علمائے نصارٰی کا بیان ھے کہ حضرت مسیح کی ذات الوھیت و انسانیت کا مجموعہ تھی انھوں نے اپنی الوھیت کے اقتدار سے تمام انسانوں کے گناھوں کو اپنے اوپر لے لیا اور اپنی انسانیت سے صلیب پر چڑھادئے گئے (مترجم)

اتحاد باھمی قایم کرنے کے لئے اگر تم اپنے ابناے جنس کے ساتھ بالاتفاق کوئی کام کرنا چاھتے ھو تو یہ ضروری ھے کہ تمھاری کوششوں کی مناسبت کے لحاظ سے دوسرے بھی اس میں حصہ لیں اور تمھارے کام کے لئے ھدایت و رھنمائی بھی درکار ھے تا کہ دوسروں کی کوشش بھی تمھارے کام کے موافق ھو - یہ ھدایت و رھنمائی ایڈر (رھنما) کرتا ھے اور اس کی اطاعت کرنا ھمارا اور ھمارے ساتھ مل کر کام کرنے والوں کا فرض ھے تاکہ ھمارے کاموں کے عمدہ نتائج نکلیں - کام کی مناسبت کے لحاظ سے اتحاد باھمی کی ضرورت رھنما کو محسوس ھوتی ھے اس لئے ھمیں اس کی (خواہ وہ بادشاہ ھو یا خلیفہ) پیروی و اطاعت کرنی چاھئے - پس اس سے معلوم ھوا کہ رھنما کی اطاعت اصل اتفاق ھے - قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بھی اولوالامر منکم * (تم میں سے جو حاکم ھو) کی اطاعت کرنے کی تاکید جابجا کی گئی ھے اور کسی نے کہا ھے کہ " خدا کو خوش رکھنے کا یقینی طریقہ بادشاہ وقت کی اطاعت ھے " موجودہ سائنس بھی بالکل یہی تعلیم دیتی ھے —

لندن کے میسرس جیک Messrs. Jack نے پیپلس بکس

---

* اتحاد باھمی کا یہ جوش اسلام نے خود سر وحشی عربوں میں پیدا کردیا تھا اس نے ان کے قبائل کے باھمی اختلاف کو مٹا دیا تھا اور پہلی صدی ھجری (مطابق ساتویں صدی عیسوی) میں نصف دنیا سے زائد فتح کرنے کے لئے یہ آپس میں متحد ھو گئے تھے - اسی جوش کی گزشتہ دوصدیوں میں ضرورت تھی جس کے قحط نے اسلامی سلطنت کے بند بند جدا کر دئیے (مصنف)

Peoples Books کے نام سے ایک سلسلہ چھوتی کتابوں کا شایع کیا ھے جو میرے کتب خانہ میں موجود ھے ان میں ھر ایک کتاب کی قیمت چھہ پنس ھے ان میں ایک کتاب زوالوجی Zoology (علم حیوانات) کی پروفیسر میک برائیڈ ایف-آر-یس Prof. MacBride, F. R. S. نے لکھی ھے انھوں نے سراغ لگایا ھے کہ انسان حیوانات منویہ (حقیر اور ادنی کیڑوں) کے درجہ سے ترقی پاکر عالم ظهور میں آیا ھے اور یہ بتایا ھے کہ کس طرح ھر ایک جنس حیوانات (۱) وہ اپنی ایجادی قوت کے سبب ایک دوسرے پر سبقت لے گئی ھے اِس قوت سے مراد ھے قدیم مقصد کے لئے نئے ذرایع اور نئے مقصد کے لئے قدیم ذرائع کا اختیار کرنا اور نیز ان کے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی ایک دوسری وجہ (۲) جماعتی اخلاق ھے جس کے معنے اتحاد باھمی اور رھنماوں کی اطاعت ھے-پروفیسر مذکور کا یہ بھی بیان ھے کہ نوع انسان کی ترقی چند ایسے افراد کے وجود سے ھوتی ھے کہ جن میں ایجاد و اختراع کی قوت کے علاوہ اتفاق و ھمدردی اور اطاعت جبلی طور پر زیادہ ھوتی ھے یہ وھی جبلتیں تو ھیں جن کی پرورش اسلام کے اُس عقیدہ کے ھاتھوں سے ھوتی ھے جس نے مسلمانوں کی عالمگیر اُخوت کو قایم کیا ھے اور یہ وھی تو عقیدہ ھے جو اولوالامر منکم کی اطاعت کا سبق سکھاتا ھے- فرض کرو کہ تمھارے خاندان کی طرح سے ایک خاندان ھے اور اس کے بارہ رکن ھیں، خانگی امور کا انتظام تسلی بخش اصول پر اس وقت تک نہ چلے گا

اور نہ یہ خاندان سرسبز ہو گا جب تک کہ ہر ایک رکن خاندان اپنے میں سے ایک بزرگ تریں یا جو اُن میں سب سے زیادہ عقلمند ہو اس رکن کی ہدایت و اطاعت کو قبول نہ کرلے - بالکل اسی طرح کسی قوم یا ملک کے معاملات کی کسی طرح تشفی بخش طور سے چلنے کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے تاوقتیکہ ہرایک فرد قوم اپنے بادشاہ کا مطیع اور اپنے ملک کا بھی خواہ نہ ہو اور وہ اپنے ملکی و قومی امور میں اپنی گورنمنٹ کے ساتھہ مل جل کر حصہ نہ لے جس کی توقع اس کی ذات سے کی جاتی ہے —

محمد صلعم نے اپنے اس ارشاد کی بنا پر :—

علم حاصل کرو اگر تمہیں اس کے لئے چین میں بھی جانا پڑے :—	اطلب العلم و لوکان بالصین

قطع نظر اس کے آپ کا یہ بھی ارشاد ہے :—

حکمت مومن کی گم شدہ شے ہے پس اس کو جہاں کہیں وہ پاوے تو اس کا وہی مستحق ہے —	ألحکمة ضالة المومن فحیث وجدھا فھو احق بھا

یا بقول حالی

تم حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو

آپ نے اس طرح سے سائنس (علم) کے سیکھنے اور ہنر مندی و قوت ایجاد کے حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کرنے کے

لئے ترغیب دلائی ہے، جو انسان کی ترقی کے لئے اسی قدر ضروری ہے جیسا کہ اتحاد باہمی اور اطاعت حیوانی زندگی کا مطالعہ (ایک ادنیٰ درجہ کے کیڑوں سے لے کر اشرف المخلوقات یعنی انسان تک) ہمیں، علم احساس اور عمل ایک خاص طریقہ سے سکھاتا ہے یعنی:—

(الف) اپنے ماحول سے آگاہ ہونا یعنی قانون قدرت کی واقفیت حاصل کرنا، تا کہ ایجاد و اختراع، دست کاری و تجارت کی استعداد میں اضافہ ہو (علم)

(ب) اپنے ہم جنسوں کی حالت کا احساس جس سے جانبین کی بھلائی کا خیال بڑھے، یہ اتحاد باہمی کے لئے نہایت ہی ضروری ہے (ہمدردی)

(ج) اور اپنی قوم کی عام بھلائی کے لئے اپنے سیاسی اور تمدنی رہنماؤں کی ہدایت کے مطابق کام کرنا (اطاعت)

لہذا "علم، ہمدردی اور اطاعت" موجودہ سائنس کے اور نیز ہمارے اسلاف* کے اسلام کی نمایاں ہدایتیں ہیں—

---

* میں نے ہمارے اسلاف کا اسلام اس لئے کہا ہے کہ ہمارے ہمعصر اب جسے اسلام کہتے ہیں یہ وہ نہیں ہے۔ اب تو ایک حد تک اسلام اور مسلمانوں پر یہ مثل صادق آرہی ہے:—

مسلمانان درگور و مسلمانی در کتاب

Prof. Gregory's Discovery or the spirit and Service of Science پڑھو

(۹)

درجۂ کمال اور آپ اپنی مدد کرنی

مجھے اس موقعہ پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ تمھیں خواہ مخواہ اس بات کی ترغیب دوں کہ جو کچھہ میں بیان کروں تم اسے تسلیم کر لو بلکہ میرا منشا یہ ہے کہ تم بجاے خود غور کرو۔ اس لئے میں حتی الامکان دلائل اور مباحثوں کو نظر انداز کرکے صرف بعض اسلامی عقیدوں کا خاکہ کھینچنے پر اکتفا کرتا ہوں جو علوم جدیدہ کے خیالات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اگر یہ تمھارے شوق کو بڑھانے کا کام دیں اور ان سے تمھارے دل میں غور و خوض اور تحقیق کرنے کا خیال پیدا ہوجائے تو یہ امر میرے لئے بڑی خوشی کا باعث ہوگا—

(دوم) اصول کمال

مسلم کا دوسرا عقیدہ جس کا نام میں نے درجۂ کمال رکھا ہے سورۂ فاتحہ کی دوسری آیت میں مضمر ہے۔ درجۂ کمال پر پہنچنے کے لئے اپنی زندگی کے سہ گانہ فرائض کے لحاظ سے لازم ہے کہ ہم خدا کی عبادت کریں اس کی استعانت چاہیں اور اس کی ہدایت کے طالب ہوں—

•

کوئی ذی ہوش آدمی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ وہ جس حالت میں ہے کامل ہے۔ ہمارے قلب کو مختلف طریقوں سے کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی طریقہ اور سبب سے یہ

محسوس ہوتا رہتا ہے کہ ہم ایسے کامل نہیں ہیں جیسا کہ ہمیں ہونا چاہئے۔ ذاتی نقص کے اس جبلی احساس کو رفع کرنے کے لئے ہمیں خدا کی عبادت کرنا، اس کی استعانت کے خواہاں اور ہدایت کا طالب ہونا چاہئے۔ اگر تم سوال کرو کہ خدا کی عبادت کیوں کرنی چاہئے؟ اسلام اس کے جواب میں تم سے پلٹ کر یہ سوال کرتا ہے کہ تم حسن کائنات اور خوبی صنعت کی کیوں تعریف کرتے ہو؟ تم اس کا جواب اتنا ہی دے سکوگے کہ ''وہ خوبصورت ہیں اور میری طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ جب مجھے کوئی دلکش شے دکھائی دیتی ہے تو ستایش کئے بغیر نہیں رہ سکتا'' بجز اس کے تم کوئی اور معقول وجہ کسی خوبصورت شے کی تعریف کرنے کے متعلق بیان نہ کر سکوگے۔ اسلام بھی تمہارے سوال کا جواب انہیں الفاظ میں دیتا ہے۔ تمہیں خدا کی عبادت کرنی چاہئے اس لئے کہ وہ تمہارا خدا ہے، تم اس کی مخلوق ہو اور جب کہ تم اپنی زندگی کے ہر لحظے میں اس کی بے شمار خوبیوں اور اس کے حسن کے گونا گوں جلووں کا مشاہدہ کرتے ہو تو یہ ممکن نہیں کہ تم نہایت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ اس کی عبادت اور حمد و ثنا کرنے پر آمادہ نہ ہو جاؤ —

بعض صوفی * تو اس حد تک تجاوز کر گئے ہیں کہ وہ

---

* صوفی وہ مسلمان ہیں جو مولانائے رومی کے اس قول کے قائل ہیں —

ما ز قرآں مغز را برداشتیم
استخواں پیش سگاں انداختیم (مصنف)

حسن ازلی+ کو خدا سے تعبیر کرتے ھیں جو ان کا معشوق ھے اور انھیں وجد میں لانے کا باعث ھوتا ھے —

تمھیں یاد ھوگا کہ جب کوئی مسلمان کسی شخص کے مرنے کی خبر سنتا ھے تو وہ :-

اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون کہتا ھے-	ھم تو اللہ ھی کے ھیں اور ھم اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ھیں-

یہ اور اس کے علاوہ چند اور ایسی آیتیں ھیں جن سے اسلام کے اس عقیدہ کی تائید ھوتی ھے کہ مرنے کے بعد آدمی کی روح پھر خدا سے جا ملتی ھے- میں اپنے سابق کے نوٹ میں بتا چکا ھوں کہ اسلام صرف ایک روح کا قائل ھے جو سارے عالم پر محیط ھے اور اس کے بہت ھی چھوٹے چھوٹے اور خفیف سے خفیف حصے آدمیوں کے اجسام میں مقید ھیں جو موت کے بعد رھائی پاکر ''کُل'' سے جا ملتے ھیں- یہ اعتقاد سر آلیور لاج Sir Oliver Lodge کے خیال کے بالکل مطابق ھے جو اُنھوں نے اپنی کتاب ''سبستینس آف فیتھ الائیڈ ٹو سائنس'' "Substance of Faith allied to Science" میں بیان کیا ھے-

آیات قرآنی کے اعتقادات اور ماھرین سائنس کے دعوے کہاں تک سائنس کی معلومات سے مطابقت کرتے ھیں اس کی تحقیق و تصریح کئے بغیر میں صرف یہ بتانا چاھتا ھوں کہ اس سے ''عبادت'' کا صاف صحیح مفہوم معلوم ھوجاتا ھے اور

+ اللہ جمیل و یحب الجمال (قرآن مجید) مترجم

وہ یہ ہے کہ انسان کی روح جو کسی نہ کسی طرح سے زندہ جسم میں مقید ہوگئی ہے ایک نہ ایک دن عناصر کی قید سے آزادی حاصل کرکے اس کا وصال "روح مطلق" کے ساتھہ ہو جائے گا۔ اس عبادت یا وصال میں تسبیح و تہلیل و دعا بھی شامل ہیں—

دعا کے معنی اور غایت کی نسبت سر آلیور لاج Sir Oliver Lodge کے قابل ستایش بیان کو یہاں بجنسہ نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں وہ لکھتے ہیں:—

"دعا میں ہم اپنی فہم سے بالا ایک ارفع و اعلیٰ ذات سے قربت حاصل کرنے اور کمال ربانی کے تصور کے جویا ہوتے ہیں۔ مگر مدارج اعلیٰ پر پہنچنے اور کمال حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ذات باری تعالیٰ کی پدرانہ محبت، خیر محض اور بقاے دوام کی صفات کو اچھی طرح سمجھیں۔

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین
ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے نہایت رحم والا مہربان اور روز جزا کا حاکم۔

دعا کے ذریعہ ہم گویا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے وجود اور ہماری صحت کے لئے اور ہر ایک چیز جس پر ہم قابض و متصرف ہیں اس کی حفاظت کے لئے ہم کسی اعلیٰ قوت کے محتاج ہیں اور جس طرح بچے اپنے

والدین سے مانگتے ہیں ہم بھی اپنی ضرورت کی ہر ایک چیز طلب کرنے کے لئے اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں—

{ اُدعونی اَستجبلکم
مجھ سے دعا مانگو میں (تمہاری دعا کا) قبول کرنے والا ہوں }

اور ہم آفت و مصیبت اور سخت تکلیف کے وقت اُسے پکارتے ہیں تاکہ وہ ہم پر رحم کرے اور ہمیں خاطر جمعی نصیب ہو"—

دعا مانگنے میں مندرجۂ ذیل امور کا لحاظ رہنا چاہئے:-

اول—"حق اور معرفت کی بصیرت اور اُن کے قبول کرنے کی صلاحیت"—

[اِیاک نعبد ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں]

دوم—"روزمرہ زندگی کے عملی انتظام کے متعلق مدد اور ہدایت"—

[و ایاک نستعین اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں]

سوم—"راہ ہدایت کی پیروی کرنے کی قابلیت و توفیق"—

{ اِہدنا الصراط المستقیم (ہمکو دین کا) سیدھا رستہ دکھا }

جو آیات قوس میں درج ہیں ان کا مقابلہ سر آلیور لاج Sir Oliver Lodge کے اقوال کے ساتھ کرو، اس سے

تمہیں معلوم ہوگا کہ کس طرح انہوں نے آیات قرآنی کی ترجمانی کی ھے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ھے کہ جب یہ لکھہ رہے تھے تو سورۂ فاتحہ ان کے پیش نظر تھی - نیز ان کے خیالات کی ترتیب بھی عملاً آیات قرآنی کے سلسلہ کے مطابق ھے - لیکن اس بات کا کامل یقین رکھنا چاہئے کہ ان کے دل میں کبھی قرآن مجید کا خیال بھی نہیں آیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی سائنس کے باقاعدہ مطالعہ اور حکیمانہ طبیعت کے باعث وجدانی وقوف حاصل کر کے ان خیالات کا اظہار کیا ھے -

اپنی مدد آپ کرنے کا مسئلہ

قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیتیں ھیں جو تزکیۂ نفس کی تاکید اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کی ممانعت کرتی ھیں - اور صاف وصریح طور پر طرز عمل کا وہ طریقہ بتاتی ھیں جسے میں نے اپنی مدد آپ کرنے کا قاعدہ قرار دیا ھے - اسے کسی شخص نے اس خوبصورتی اور سچائی کے ساتھہ بیان نہیں کیا ھے جیسا کہ شکسپیر Shakespeare پولونیئس Polonius کی تقریر میں کہتا ھے —

”سب سے اھم بات یہ ھے کہ تم اپنی ذات کے ساتھہ سچائی کا برتاؤ کرو تو پھر کسی اور کے ساتھہ تم ناراستی یا دغا کا برتاؤ کرنے کے قابل نہ رھو گے اور یہ بات ایسی ھی قطعی اور یقینی ھے جیسے رات کے بعد دن کا ھونا“

اس پر علم اخلاق کے اُس طریقہ کی بنیاد رکھی گئی ھے جس کے حامی مصنفین مندرجۂ	ھربرت اسپنسر	Herbert Spencer
	پروفیسر میور ھیڈ	Prof. Muirhead
	مکنیزی اور سین	Mackenzy & Sen
	پروفیسر تی۔ ایچ۔ گرین	Prof. T. H. Green
	لیکی (مورخ)	Lecky (Historian)

حاشیہ ھیں۔ زمانۂ حال میں علم اخلاق کے دو فرقے ھیں جو ایک دوسرے کے نقیض ھیں اور ھرایک اس امر کے کھوج لگانے کی کوشش میں ھے کہ "نیکی کیا ھے" اور "بدی کیاھے" اُن میں سے ھر ایک نے اپنا اپنا ایک معیار قائم کیا ھے جس سے نیک و بدکی جانچ پرتال کی جاسکتی ھے۔

ایک طریقہ کے مطابق وہ معیار مسرت ھے (الم کے مقابلے میں خوشی کا زیادہ ھونا) مگر دوسرے کے اصول کے مطابق وہ درجۂ کمال ھے (یعنی مدنی الطبع ھونے کے اعتبار سے آدمیوں کاکمال پر پہنچنا) میں سمجھتا ھوں کہ موخرالذکر فرقہ گزشتہ صدی کے آخر کے بعد اب زیادہ مقبولیت حاصل کر رھا ھے۔ سائنس داں اصحاب بھی ان دنوں ھربرت اسپنسر Herbert Spencer کے ھم خیال ھو گئے ھیں کہ ھر ایک شخص کو چاھئے کہ وہ اپنے قوائے باطنی و جسمانی کو پوری حد تک آزادی کے ساتھہ عمل میں لاکر اپنی ذات کو ترقی دے بشر طیکہ اس کا یہ عمل اپنے ھم جنسوں کے اسی قسم کے عمل کے موافق ھو اور اُن کے مخل نہو* میں اس مضمون پر

* یہ کسی ریاست کی رعایا کو آزادی عطا کرنے کی شرط

(باقی برصفحۂ آیندہ)

اپنے بیان کو تاوقتیکہ اسے فلسفہ اور الہیات کی بندشوں میں نہ جکڑ دوں طول نہیں دے سکتا- البتہ میرا صرف اتنا کہدینا کافی ھے کہ ذاتی ترقی کرنے کے متعلق اسلام کی تعلیم اس زمانے کے معلمان اخلاق کے خیال کے بالکل مطابق ھے-

اگر تم "علم اخلاق" کے طالب علم ھو تو تمہیں معلوم ھوگا کہ انسان کی ذات کو حد کمال تک پہنچانے کی تعلیم اسلام کے مسئلہ اعتدال کے بالکل مطابق ھے یہ اعتدال دو انتہای تعلیموں کے بین بین ھے- یعنے ایک طرف تو "فرض کی خاطر فرض ادا کرنے کا اصول" (Rigourism) اور دوسری طرف "زیادہ سے زیادہ مسرت زیادہ سے زیادہ تعداد کے لئے" (Utilitarianism یعنے افادیت) کی تعلیم ھے - ان دو انتہاوں میں وہ درجہ اوسط ھے جسے میں کمال سے تعبیر کرتا ھوں-

فرض - کمال - افادیت

میں اس موقع پر یہ اور اضافہ کرتا ھوں کہ " ذاتی کمال" کے اصلی معنی " اپنی مدد " آپ کرنے کے ھیں یعني اپنے قوائے ظاھری وباطنی کو صبر واستقلال کے ساتھہ مناسب طریقہ سے کام لینے اور کوشش کرتے رھنے کے ھیں- اگر تم نے ڈاکٹر سمائیلس Dr. Smiles کی کتاب جو اُنھوں نے اپنی مدد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲) کی بھی تشریح کرتی ھے- وہ یہ کہ ھر متنفس کو اس قدر آزادی حاصل ھو کہ وہ جو چاھے کرے بشر طیکہ اس کا طرز عمل دوسروں کی آزادی کا مخل نہ ھو - عمدہ قوانین ملکی کی جز یہی شرط ھے اور قوانین کا لازمی مقصد بھی یہ ھے کہ تمام رعایائے ملک کو بلا کسی امتیاز کے مساوی حقوق عطا کیے جائیں (مصنف)

آپ کرنے پر لکھی ہے نہ دیکھی ہو تو اسے فرصت کے وقت سب سے پہلے پڑھو کیوں کہ اس کتاب میں اس مشہور مقولہ کی تفسیر کہ "خدا اُنہیں کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد* کرتے ہیں" ایسی خوبی سے کی گئی ہے کہ اس سے بہتر میری نظر سے نہیں گزری -

---

* "ہمت مرداں مدد خدا"- مولانا حالی نے خوب کہا ہے -

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا

اس پر بھی مسلمانوں نے عموماً مسئلۂ تقدیر کے سمجھنے میں غلطی کی ہے کہ یہ خواہ مخواہ قسمت کو ہر موقعہ پر آڑے لے آتے ہیں رسول خدا صلعم نے تو صاف طور پر یہ بتایا ہے کہ ہمیں سب سے پہلے کسی کام کے کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے اور پھر خدا پر بھروسا کرنا چاہئے -' بر توکل زانوے اشتر بہ بند ' مگر ہم پہلی بات کو بھول گئے ہیں اور چونکہ ہم کاہلی کی آب و ہوا میں پلے ہیں اس لیے ہم نے دوسری بات کو خوب یاد کر رکھا ہے (مصنف)

(۱۰)

اعتدال اور بیچ کا رستہ

اُن قدیم مذاہب کے مقابلہ میں جن کے پیرو کروڑوں کی تعداد میں ہیں اسلام* ایک نو خیز مذہب ہے چنانچہ جس طرح ایک بچہ اپنی طبیعت کی رغبت سے اُن روحانی و جسمانی اوصاف کا جو اس کے بزرگوں نے حاصل کیے تھے اِرثاً قابض و وارث ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلام اُن تمام الہامات الٰہی کا وارث کیا گیا ہے جو ایک لاکھ اسی ہزار (بیشمار) انبیاء پر قبل بعثت محمد صلعم وحی کئے گئے تھے اور جو انہوں نے دنیا بھر کو پہنچا دئے تھے۔ میں اس کا حوالہ پہلے ہی دے چکا ہوں کہ قرآن مجید نے جو یہ تاکید کی ہے کہ ہمیں صرف اس پر ہی ایمان نہ لانا چاہئے جو محمد پر وحی بھیجی گئی ہے بلکہ اُن پر بھی جو دوسرے خدا کے رسولوں پر جو ان سے قبل ہوئے بھیجی گئی تھی، بشرطیکہ وہ معتبر الہامی صحائف+ ہمارے

---

* یہی دین کا سیدھا رستہ ہے۔ ذالک الدین القیم۔ قرآن مجید (۱۲-۴۱)

+ اسلام بعض سابق کے الہامات کی تردید کرتا ہے، اس سبب سے نہیں کہ وہ باطل ہیں بلکہ وہ صحائف جو ہمارے حوالہ کئے گئے ہیں صحیح اور قابل اعتبار نہیں ہیں (مصنف) قرآن مجید میں ہے:- یحرفون الکلم عن مواضعہ و نسوا حظا مما ذکروا بہ (یعنی توریت وغیرہ کتب سماوی کے) لفظوں کو ان کی جگہ سے بے جگہ کرتے ہیں اور ان کو جو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے ایک حصہ بھلا بیٹھے ہیں (المائدہ ع ۳) مترجم

پاس موجود ھوں (یہ شرط نہایت ھی ضروری ھے) اسلام کے بعض مسائل جو دوسرے مذاھب کے الہامی مسائل کے مشابہ * ھیں تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ یہ تو اسلام کی خاص خوبیوں اور اوصاف میں داخل ھے—

پارسیوں کا بیان ھے کہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(شروع کرتاھوں میں) اللہ کے نام سے

جو نہایت رحم والا مہربان ھے

اسلام نے ان کی پاک و مقدس کتاب ژندوستا سے لی ھے جو ان الفاظ سے شروع ھوتی ھے—

---

* دین اسلام کے اصول و احکام و مسائل کی مشابہت و مماثلت دیگر آسمانی مذاھب کے اصول و عقائد سے در اصل مذھب اسلام کے پاک و الہامی ھونے کی بڑی دلیل ھے۔سر سید احمد کا بیان ھے: تمام چیزیں جن کا مبدا ایک ھی غیر منتھی اور کامل ذات ھو ضروری ھے کہ ایک ھی قسم کی اور ایک ھی کامل اصول پر ھوں گی جس طرح خدائے تعالیٰ سے اپنا مثل پیدا کرنا غیر ممکن ھے جس طرح کہ اس کی ذات سے کسی پیدا کی ھوئی چیز کو اپنی مرضی اور اپنی حکومت کے احاطہ سے خارج کر دینا محال ھے اسی طرح سے یہ بھی ناممکن ھے کہ ایک ھی غرض کے انجام دینے کے لئے دو متناقض اصول اور احکام اس کی ذات سے صادر ھوں۔مسلمانوں کو بلکہ تمام دنیا کو حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و سلم کا ھمیشہ ممنون رھنا چاھئے جنھوں نے ابتدائے دنیا سے اپنے زمانے تک کے تمام نبیوں کی رسالت کو برحق ٹھہرایا، جنھوں نے دنیا کے تمام الہامی مذھبوں کی تکمیل کی اور جنھوں نے اپنے با ایمان متبعین کے لئے بے بہا اور لازوال نور کے دروازے کھول دئے (خطبات احمدیہ) مترجم

بنام ایزد بخشائندۂ بخشایشگر مہربان داد گر

بعض عیسائی مصنفین اسلام پر یہ حرف رکھہ کر فخر کا اظہار کرتے ھیں کہ عرب کے پیغمبر نے فلاں فلاں مسئلے اور اور بہت سے مسائل عیسائیوں اور یہودیوں سے لئے ھیں جن سے وہ اپنے بچپن * میں ملے تھے ' حالانکہ اس بات میں شبہہ ھے کہ آیا وہ کبھی ملے بھی تھے - لیکن یہ بات قابل یقین ھے کہ آنجناب اُمی تھے اس لئے اگر وہ آپ کو اپنے ادق مسائل کے سکھانے کی کوشش بھی کرتے تو بھی آپ کو اُن کا سمجھنا مشکل تھا - اگر ھم اس بات کو مان بھی لیں کہ اُنھوں نے دوسرے مذاهب کے مسائل لے لئے ھیں تو اس سے بھی ان کے مذھب کی وقعت گھٹتی نہیں کیوں کہ کوئی ایسا مذھب نہیں جو کامل طور پر جدید ھو - آنحضرت صلعم نے کبھی انبیا کے قدیم مذاهب کو منسوخ نہیں کیا بلکہ انہیں برحق ٹھہرایا اور اپنے الہامی مذاهب سے ان کے تکمیل کردینے کا دعویٰ کیا اور

---

* بعض عیسائی مصنفین مثلاً ڈریپر صاحب نے اپنی کتاب "معرکۂ جنگ و مذھب" میں لکھا ھے کہ بصرہ کی ایک نصرانی خانقاہ کے راھب بحیرہ نے محمد صلعم کو نسطوری عقائد کی تعلیم دی (نسطوری عیسائیوں کے ایک مذھبی فرقہ کا نام ھے)

سر ولیم میور اور مر گولس کا بھی یہی بیان ھے - مگر شمس العلما مولانا شبلی نے بحیرہ راھب کی روایت کو قطعی نا قابل اعتبار ثابت کیا ھے - دیکھو ان کی مولفہ کتاب سیرۃ النبی جلد اول- (مترجم)

آپ نے ھمیشہ قدیم الہامات کا حوالہ بڑے احترام کے ساتھہ دیا ھے —

مسلمانوں کے قیاس کے مطابق کامل حق کی تصویر گویا ایک خوبصورت قلعہ ھے جو ایک ڈھلواں پہاڑ کی چوٹی پر بنا ھوا ھے۔ مختلف مذاھب گویا اس کے مختلف راستے ھیں جو مختلف سمتوں سے اس تک پہنچنے کی رھنمائی کرتے ھیں۔ ان کے خیال میں اسلام سب سے بہتر مذھب اور تمام رستوں کے مقابلہ میں بہت ھی آسان رستہ ھے مگر اس قیاسی تصویر سے یہ ثابت ھوتا ھے کہ بعض رستے درمیان میں ایک دوسرے کو کاٹتے ھوے گزریں گے اور کچھہ ایسے ھوں گے جو ایک دوسرے کے متوازی جاتے ھوں گے یا کچھہ دور تک ملے ھوے جاتے ھونگے۔ متوازی راستوں کی طرح بعض مذاھب کے مسائل ایسے بھی ھوں گے جو دوسرے مذاھب کے مسائل سے ملتے ھوں اور بعض مذاھب کے مسائل ملے ھوے راستوں کے مطابق ھوں گے۔ فی الحقیقت تمام مذاھب وہ راستے ھیں جو کامل حق* کے قلعہ

---

* نوع انسان میرے پاس مختلف راستوں سے آتی ھے اوو کوئی شخص خواہ وہ کسی راستہ سے مجھہ تک پہنچ جائے میں اس راستہ پر ھی اسے خوش آمدید کہتا ھوں کیونکہ تمام راستے میرے ھیں (بھگوت گیتا)

الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق دیکھو صفحہ ۴۵ (مصنف)

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھہ ھوں أنا عند ظن عبدی بی - یہ ایک بڑی حدیث قدسی کا ایک ٹکڑا ھے مطلب یہ ھے کہ خدا فرماتا ھے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھہ ھوں یعنے جیسا وہ میرے حق میں گمان کرتا ھے میں اس کے ساتھہ ویساھی برتاؤ کرتا ھوں (دیکھو مسلم - بخاری و ترمذی) مترجم

کی رهنمائی کر رهے هیں تاهم ان میں سے بلحاظ نوعیت ایک دوسرے سے جدا هے اور هر ایک کا یہ دعویٰ هے کہ وہ دوسروں* سے بہتر اور سہل تر هے —

(سوم) مسئلۂ اعتدال متذکرۂ بالا بیان میرے اِس نوٹ کی تمہید هے کیونکہ مسئلۂ اعتدال اور اس کا متعلقہ اصول یعنی بیچ کا رستہ جو سورۂ فاتحہ کے تیسرے یا آخری حصہ میں هے اُسے فلاطون اور اس کے شاگرد ارسطو نے بھی جو محمد صلعم سے ایک هزار برس پہلے گزرے هیں بیان کیا هے - بعض مسلمانوں نے قدیم یونان کے ان حکما کا شمار بھی اُن ایک لاکھ اسی هزار یعنے بیشمار مرسلین الٰهی میں کیا هے جو همارے پیغمبر صلعم† کی بعثت سے قبل گزرے

---

* هندؤں کے خدا کا شہر بنارس هے اور مسلمانوں کے خدا کا شہر مکہ هے لیکن تم اپنے دل میں ڈهونڈهو تو وہ تمهیں یهیں ملجائے گا اگر وہ خالق صرف عبادت گاهوں میں هی رهتا هے تو پھر یہ ساری دنیا کس کا مسکن هے (کبیرداس) - مولانا رومی فرماتے هیں :-

(۱) گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نگنجم هیچ در بالاؤ پست
(۳) مسجدے هست اندروں اولیا
سجدہ گاهے هست آنجاے خدا
(۲) در دل مومن بگنجم ایں عجب
گر مرا خواهی ازاں دلها طلب (مترجم)

† بعض مسلمانوں نے زردشت، کرشن کنهیا، بدہ اور کنفیوشس کو بھی زمرۂ انبیاء میں شمار کیا هے لیکن اس سے زیادہ نہیں کہ یہ نیک اور بزرگ لوگ ضرور تھے مگر انهوں نے اپنی ذات کو الوهیت سے منسوب نہیں کیا - هچکاک Hitchcock کا بیان

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

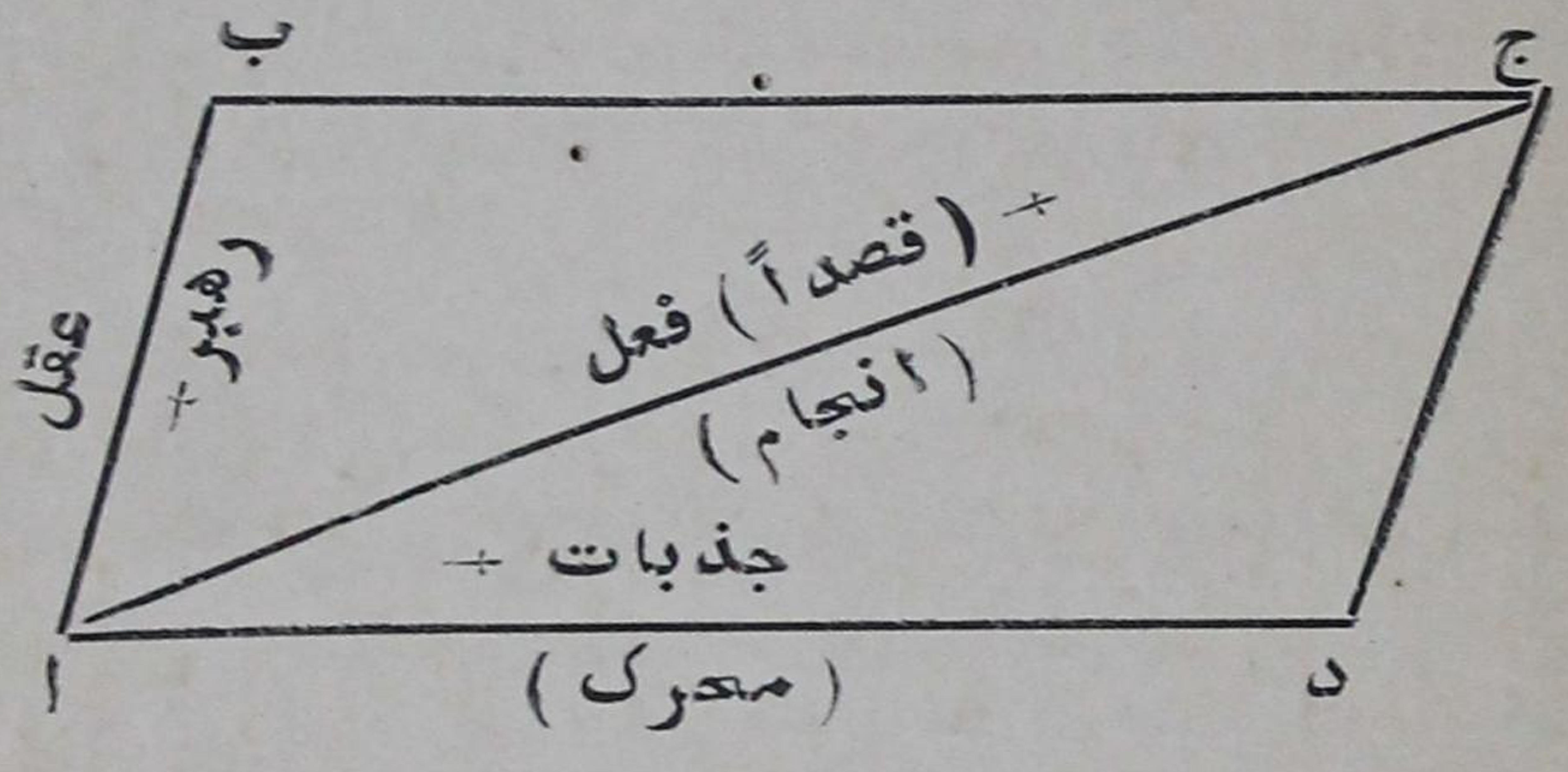
هیں-وہ صحائف* جن میں اُن کے اقوال درج هیں خود قرآن مجید کے بعد دوسرے درجہ پر مانے جاتے هیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ الہامات هیں جو خداے تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی هدایت کے لئے وقتاً فوقتاً نازل کئے—

۱- میں قبل ازیں جو بیان کرچکا هوں کہ راہ نجات هی گناہ اور گمراهی کا درمیانی راستہ ہے اب اس کے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں هے- "نجات کا راستہ" صراط الذین انعمت علیہم دو انتہائی راستوں یعنی "گناہ کے راستہ" غیرالمغضوب علیہم اور "گمراهی کے راستہ" ولاالضالین کے درمیان کا راستہ

(بقیہ حاشۂ صفحۂ ۱۰۹) هے :— "مذهب" میں وحی داخل هے "وحی" سے یہ مطلب هے کہ اعلیٰ درجہ کے سچے مضامین کا ایک مجموعہ (اوراس لئے خدا کی طرف سے) جو وحی کیا گیا هو یعنی جو وقتاً فوقتاً خدا نے اپنے منتخب بندوں (پیغمبروں) پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا هو جسے انہوں نے اپنی انتہائی روحانیت کے باعث پیامات الہی کے طور پر اپنی زبان میں اپنے همجنسوں کو پہنچا دیا هو-٠اگر ان مستند صحائف میں نقائص پائے جائیں تو یہ عیوب انسانی زبان کے هیں نہ اُن اعلیٰ درجے کے سچے الہامی مضامین کے جو خدا کے برگزیدہ پیغمبروں پر وحی کئے گئے تھے- یہ خود انسان کے سمجھہ کا نقص هے جو انسانی زبان کی بے مائیگی سے کم نہیں جس نے خدا کے منشاء اور اس کے اعلیٰ درجہ کے سچے مضامین کو جو پیغمبر کے پیغامات میں پائے جاتے هیں ذهن میں آنے سے باز رکھا- یہ هماری سمجھہ کا نتیجہ هے کہ جو خود سچا هے اس کے متعلق هم نے مذهبی اعتقادات واعمال میں اختلاف پیدا کر رکھا هے- (مصنف)

*جوموجود هیں صحیح اور اصلی هیں اور ان میں کسی قسم کی کمی و بیشی نہیں کی گئی هے (مصنف)

ھے - تاھم مجھے یہ کہنا ھے کہ "نجات کے راستہ" کی اتباع ھی مسئلۂ اعتدال ھے، ان معنوں میں کہ ھم اپنی تمام باطنی اور ظاھری قوتوں کو کامل طور پر آزادی کے ساتھہ عمل میں لائیں بشرطیکہ ان میں سے کوئی جادۂ اعتدال سے متجاوز نہو- تمام عملی اغراض کے لئے تم عقل، جذبہ اور فعل کو انسان کی قوتوں کے نمائندے مقرر کرسکتے ھو اور عقل کو تمام قوتوں اور جذبات کا رھنما بناسکتے ھو، جذبہ گویا قوت متحرکہ ھے اور فعل (قصداً عمل کرنا یا ترک عمل) رھنما اور محرک قوتوں کا لازمی نتیجہ، جیسا کہ نقشہ مندرجۂ ذیل سے واضح ھے:-



اب اصول اعتدال کا صرف یہ مطلب ھوا کہ تم اپنے جذبات کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ وہ تمھارے افعال پر ناجائز اثر ڈالیں اور نہ تمھیں اپنی عقل کو اتنی آزادی دینی چاھئے کہ وہ نا مناسب طور سے تمھارے جذبات پر مسلط ھوجاے لیکن ھمیشہ تمھاری یہ کوشش ھونی چاھئے کہ ان دونوں کے درمیان توازن کو اس طرح سے قائم رکھو کہ تمھارے کام کا نتیجہ بالکل صحیح نکلے اور جس سے انسان کے سہ گانہ

فرائض کی تکمیل میں دقت لاحق نہ ہو (اور خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو) تاہم تمہاری ذات اور قوم کو درجۂ کمال پر پہنچانے کے لئے ساعی ہو۔ اگر تمہارا جوش کسی وقت تمہاری عقل پر غالب آجاتا ہے تو تم گناہ کے مرتکب ہوتے ہو اور اس کے برخلاف اگر تم اپنی عقل کو اس درجہ کام میں لاؤ کہ وہ تمہارے جوش کا گلا ہی گھونٹ دے تو یقیناً تم غلطی میں پڑ جاوگے۔ اگر تم نہ تو عقل کو نہ جذبات کو ان کے مخصوص خدمات بجالانے کی اجازت دوگے تو تمہیں آرام طلبی کا موقعہ مل جائے گا جو صریح غلطی ہے۔ نا مناسب طور سے جذبات کو دبانا یا عملاً عقل کو غالب کر دینا یا دونوں کو معطل رکھنا در اصل اصول اعتدال کے ساتھہ دشمنی کرنا ہے اس کا خلاصہ (جیسا کہ ارسطو نے بتایا ہے) یہ ہے کہ ہمارے جسم کی کسی ایک قوت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ہماری دوسری قوت پر جبر کرے—

کسی قوت کا "جائز" استعمال کیا ہے اور "نا جائز" استعمال کیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کا فیصلہ بلحاظ عمل اور واقعات متعلقہ کے خود تم اپنی عقل سے کرسکتے ہو۔ میں نے گزشتہ نوٹوں میں درجۂ کمال کی بحث میں اس کی تشریح کر دی ہے۔ تمہاری کسی جسمانی یا دماغی قوت کا استعمال جائز ہے یا نا جائز اس کا اندازہ یہی ہے کہ اگر جائز استعمال ہوا ہے تو یہ تمہاری ذات کو تمہاری نسل کو اور تمہاری قوم کو لازماً فائدہ پہنچانے کا موجب ہے یا اگر نا جائز استعمال ہوا ہے تو اس کے برخلاف ضرر پہنچنے

کا احتمال ھے—

مجھے اس میں اتنا اور اضافہ کرنا ھے کہ مسئلۂ اعتدال کو جسے میں نے سرسری طور پر بیان کیا ھے اسے آج کل کے مصنفین علم اخلاق مثلاً سر لیزلی استیفن نے Sir Leslie Stephens (جو اُن دو ذی علم اشخاص میں سے ایک ھیں جنھوں نے ڈکشنری آف نیشنل بیاگرفی Dictionary of National Biography کو مرتب کیا ھے) پوری طرح سے مان لیا ھے—

۲ - خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرماتا ھے:-

ھم نے اسی طرح تم کو بیچ کی راس کی اُمت بنا دیا ھے تاکہ (اور) لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ بنو-	کذالک جعلنکم اُمۃ و سطاً لتکونوا شھدآء علی الناس (سورۃ البقر- الم ۶ ۱۶)

خدا کے مختلف طریقوں میں سے ایک یہ بھی طریقہ ھے کہ جس سے اس نے مسلمانوں کو انتہا پسندی سے باز رھنے اور جہاں تک اور جہاں کہیں ممکن* ھوسکے اعتدال کا درمیانی راستہ اختیار کرنے کی تاکید کی ھے—

اصول اعتدال مسئلہ متوسط کا مثنیٰ ھے یعنے اعتدال کا تعلق باطن سے ھے اور بیچ کا راستہ اس کے جواب میں ظاھر

---

* انجیل مقدس اور قرآن مجید اُن مظالم کے جو عیسائیوں اور مسلمانوں نے مذھب کے نام سے کئے ھیں جوابدہ نہیں ھیں—

سے تعلق رکھتا ہے - اول الذکر یہ کہتا ہے کہ تم اپنی کسی ایک قوت کو حد سے زیادہ یا حد سے کم مت استعمال کرو-اور موخر الذکر یہ بتاتا ہے کہ کسی چیز کو ضرورت سے زیادہ یا ضرورت سے کم نہ لو-کیونکہ کسی چیز کا حد سے زیادہ ہونا کسی طرح مفید نہیں اور اسی طرح کسی چیز کا ضرورت سے زیادہ کم ہونا بھی نہ ہونے سے زیادہ خراب ہے- "بہت زیادہ" اور "بہت کم" کے الفاظ اعتباری ہیں جن کے بجائے خود کوئی معنی نہیں ہوتے بلکہ کسی کی ذات اور اس کے ماحول کے اعتبار سے کسی خاص وقت یا کسی خاص جگہ میں "کثرت" یا "قلت" کے معنی پیدا کرتے ہیں-میرے نزدیک اس سے بہتر طریقہ کوئی اور بیان کرنے کا نہیں ہوسکتا کہ میں ایسی چند امثال جدول کی صورت میں لکھ دوں جن سے انسان کے دل یا دماغ کی بعض صفات یا عمل کے طریقہ کی کثرت یا قلت اور ان کے درمیان کی متوسط درجہ کی راہ کا اندازہ ہوجائے—

۱ - دماغ کے خواص (عقل)

کثرت	متوسط	قلت
فرط احتیاط	حزم	غفلت
شبہ	یقین	غیر تیقن
خود پسندی	انکساری	حجاب
زود حس	متوجہ	بے پروا

٢ - دل کے خواص (جذبہ)

کثرت	متوسط	قلت
بزدلی	جرأت	تہور
نفس پرستی	پرہیزگاری	ترک (لذات)
متعصب	پرجوش	متبھا

٣ - عمل کے طریقے

تشدد	آزادی	بے اعتدالی
خوشامد	خوش اخلاقی	بد تہذیبی
طرفداری	انصاف	ظلم
مسرت	فیاض	بخیل

مندرجۂ بالا الفاظ جو کثرت، اعتدال اور قلت کا اظہار کرتے ھیں تم ان کی نسبت اپنے آپ دریافت کرلوگے کہ ان میں سے کن صفات کا یا کس طرز عمل کا اختیار کرنا مناسب ھے - مثلاً "خوف" جس کی کثرت "بزدلی" اور قلت "تہور" اور متوسط "ھمت" ھے- اسی طرح ایک شخص اپنی قابلیت کے متعلق اچھی رائے رکھتا ھے - اس کی کثرت "خود پسندی" قلت "حجاب" اور متوسط "انکساری" ھے - یا افعال پر بہت زیادہ روک تھام

"تشدد" ہوجاتا ہے اور بہت کم تعرض "بے اعتدالی" کا موجب ہے، مگر متوسط "آزادی" ہے —

ایسے الفاظ کی ایک طویل فہرست بنانا ایک مفید مشغلہ ہوگا کیوں کہ اس سے عقل، جذبات، افعال یعنی علم، احساس اور ارادے کے مختلف مدارج کا علم ہوتا ہے لیکن ہر صفت یا کام کے تین متقابل لفظ اُن الفاظ کے مثل جو مندرجۂ بالا فہرست میں ہیں ملنا آسان نہیں کیونکہ کوئی زبان ایسی مکمل نہیں جس میں اُن تمام بے شمار اور گوناگوں خیالات کے صحیح مفہوم اور اُن کے نازک فروق ادا کرنے کے لئے، جو ہمارے دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، جدا جدا اور واحد الفاظ موجود ہوں - تاہم موجودہ سائنس نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ ہر چیز میں نہ صرف باعتبار قسم بلکہ بلحاظ درجہ اختلاف ہوتا ہے - جیسے خیالات، احساسات، خواہشات، اعمال، اشیا اور ان کے صفات میں جن سے ہمیں سروکار رہتا ہے - اگرچہ تمہیں ہر حالت میں کوئی ایسا لفظ نہ ملے جس سے درجہ کا اندازہ ہوسکے تاہم تم ہر صورت میں عملاً انتہائی اور متوسط درجہ کی تحقیق بلا استثنا کر سکتے ہو اور تم اپنی روش کو ایک کے ترک کرنے اور دوسرے کو اختیار کرنے کے قابل بنا سکتے ہو - مجھے اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ لفظ "متوسط" سے میری مراد ریاضی کا وہ اوسط نہیں (جیسے ساڑھے چھ جو علم ریاضی کی روسے ۵ اور ۸ کا اوسط

ہے) بلکہ صرف قریب قریب صحیح اوسط یا درمیان کی روش کا راستہ ہے - خیرالامور اوسطہا* —

تم اس پر یہ اعتراض کر سکتے ہو کہ ہر حالت میں اعتدال کو اختیار کرنے کے لئے اطمینان قلب کے ساتھ اپنے اور اپنے ماحول کے لحاظ سے غور و تجسس کرنے کی ضرورت ہے ، مگر موجودہ زمانے میں تیز رفتاری کے ساتھ سفر اور نقل و حرکت کرنے میں جو سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں ان کے لحاظ سے اس قاعدے کی اتباع کرنا دشوار ہے - تو میرا جواب اس اعتراض کی نسبت یہ ہے کہ یہ طرز عمل کا ایک قیاسی قاعدہ ہے جیسے منطق (خیال) ، جمالیات (حسن) یا اخلاقیات (چال چلن) کے قاعدے جو تمہارے سامنے ایک مکمل نمونہ پیش کرتے ہیں جس کے حاصل کرنے کی تمہیں ہمیشہ کوشش کرنی چاہئیے ، خواہ تم کسی وقت بھی اسے کامل طور پر حاصل نہ کر سکو مثلاً اگرچہ کوئی حکیم کامل منطقی یا کوئی مصور کامل صناع یا کوئی شخص اخلاق مجسم نہ بن سکے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگ جو جویائے حقیقت ہیں یا مصور ہیں یا عام لوگ اپنے حیطۂ خیال اور عمل میں حصول کمال کے لئے سعی نہ کریں —

اس کے علاوہ "اوسط" کے قاعدہ کی نسبت ایک اور بڑا اعتراض بھی عائد ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر اس کی پیروی

---

* بہترین امور بیچ کی راس کے کام ہیں (حدیث)

سختی سے کی جائے تو یہ لوگوں میں اعتدال پسندی کے باعث جمود اور مساوات پیدا کردیگا اور اعلے درجہ کے غیر معمولی اشخاص پیدا کرنے کا مانع ہوگا۔ مجھے افسوس کے ساتھہ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ بظاہر صورت حال تو ایسی ہی معلوم ہوتی ہے مگر میرے اس کے بعد کے نوٹ سے ظاہر ہوگا کہ یہ اس قانون قدرت کے مطابق ہے جو حال ہی میں دریافت ہوا ہے بعض مصنفین نے اس امر کے ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ ذہن و ذکاوت کا غیر معمولی مقدار میں ہونا بھی ایک طرح کی دیوانگی ہے اور بلحاظ نتیجہ ایسا ہی برا ہے جیسے ذہن کی کمزوری اور علم کی کمی ہے۔ انہیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ صرف اوسط درجہ کی عقل کے آدمی صحیح الدماغ ہوتے ہیں۔ ڈرائیڈن شاعر نے اپنے ایک شعر میں اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے:—

"غیر معمولی جودت طبع دیوانگی سے بہت قریب ہے۔ صرف ایک مہین پردہ ان کے حدود کو جدا کرتا ہے"—

سر جان گورسٹ متوفی نے پارلیمنٹ کی مجلس عوام میں ایک سنسنی پیدا کردی جب انہوں نے بیان کیا کہ بڑے بڑے ممالک کی عنان حکومت صرف متوسط عقل والے اشخاص کے ہاتھوں مین رہی ہے—

سر ہنری ٹیلر شاعر نے لکھا ہے—

ہے دنیا بے خبر اُن سے جو تھے اعظم تریں اس کے

(۱۱)

اِرتقا و بقا

بیلجیم کے شاھی منجم اڈلفی کوئٹلیت Adolphe Quetelet نے گزشتہ صدی کے سترویں سال اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ: —

" جس طرح ایک جسم کے لئے مرکز ثقل ہوتا ھے اسی طرح ایک * قوم کے لئے اُس کا اوسط آدمی ھے" —

اگر ایسا نہیں تو اسی کے مثل سر فرانسس گیلٹن اور

---

* جزو سے کل کی بنیاد پڑتی ھے جب رفتہ رفتہ چند افراد ایک مرکز مجوزہ کے گرد ثابت قدمی کے ساتھہ جمع ہوجاتے ھیں تو وہ ایک قوم کے نام سے مشہور ہوجاتی ھے بظاہر قوموں کی حد بندی کی تین شکلیں ھیں ، نسلی حد بندی ، ملکی حد بندی ، مذہبی حد بندی ۔ مثلاً بعض قومیں امتیاز نسلی کی وجہ سے ایک قوم کہلاتی ھیں بعض قوموں کی حد بندی ملکی اغراض کے تابع ہوتی ھے بعض کی حد بندی مذہب کی بدولت ہوتی ھے اسلام نے تمام قومی ، نسلی ، ملکی کی پریشان رشتہ بندیوں کو توڑ پھینکا ھے یعنی دائرہ اسلام میں آکر کسی کا کوئی گزشتہ قومی و نسلی امتیاز باقی نہیں رہتا ۔ اسلام ایک مذہب بھی ھے اور ایک قوم بھی اس کا مطلب یہ ھے کہ تمام نسلیں اور قومیں قبول اسلام سے اپنے امتیازات کو ترک کر کے ایک ھی مرکز اسلام کے گرد جمع ہوگئی ھیں ان کی ارتقا و بقا اس کے اصول کی پابندی کرنے پر منحصر ھے کیونکہ اسلام کی اغراض مشترکہ میں جذبۂ دینی و قومی ھر دو پوشیدہ ھیں یعنی وہ قوم جس کے افراد آپس میں بھائی بھائی ھیں ۔ اسلام کا یہی خاص مقصد ھے اور یہ " کُل مومن اخوۃ " کی تعلیم دیتا ھے (مترجم)

پروفیسر کارل پیرسن Sir Fransis Galton and Professor Karl Pearson کا بھی خیال ھے جو انسان کے قواے طبعی اور ذھنی کی تحقیقات میں ڈارون Darwin کے نظریۂ قدرتی انتخاب یا بقاے اصلح کے نتیجے پر پہنچے ھیں (یعنی دنیا میں وھی قوم عروج حاصل کرتی ھے کہ جس نے اپنے آپ کو اس کے لئے اھل بنایا ھو) چونکہ اس مسئلہ نے زیادہ وسعت کی صورت اختیار کرلی ھے اب اسے قانون ارتقا کہتے ھیں-جس نے ھمارے زمانہ کے سائنس اور فلسفہ میں اگر انقلاب پیدا نہیں کیا ھے تو گہرا اثر ضرور ڈالا ھے-اس نے ابتدا میں اس بات کا خوف پیدا کردیا تھا کہ یہ خدا کے بارے میں لوگوں کے اس عقیدہ کو کہ وہ دنیا جہان کا خالق اور کارخانۂ عالم کا چلانے والا ھے تزلزل میں ڈال دے گا مگر بجز چند طریقوں کے انکشاف کرنے کے کہ خدا نے کائنات کو کس طرح پیدا کیا اور کس طرح چلا رھا ھے، اس نے کچھ اور نہیں کیا—

کالج چھوڑنے کے بعد سے اب تک میں نظریۂ ارتقا کا مطالعہ بڑے شوق سے کرتا رھا ھوں، اس لئے میں اپنی ذات کے متعلق دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ھوں کہ اس کا مطالعہ میرے عقیدہ کو جو خدا کے بارے میں ھے ذرا بھی جنبش نہ دے سکا، بلکہ اس سے میرا عقیدہ اور قوی ھوگیا-میں سائنس کے موجودہ خیالات کی نسبت ایک ھر دل عزیز مصنف * کی راے سے اتفاق کرتا ھون جن کا بیان ھے کہ:—

* Charles R. Gibson.

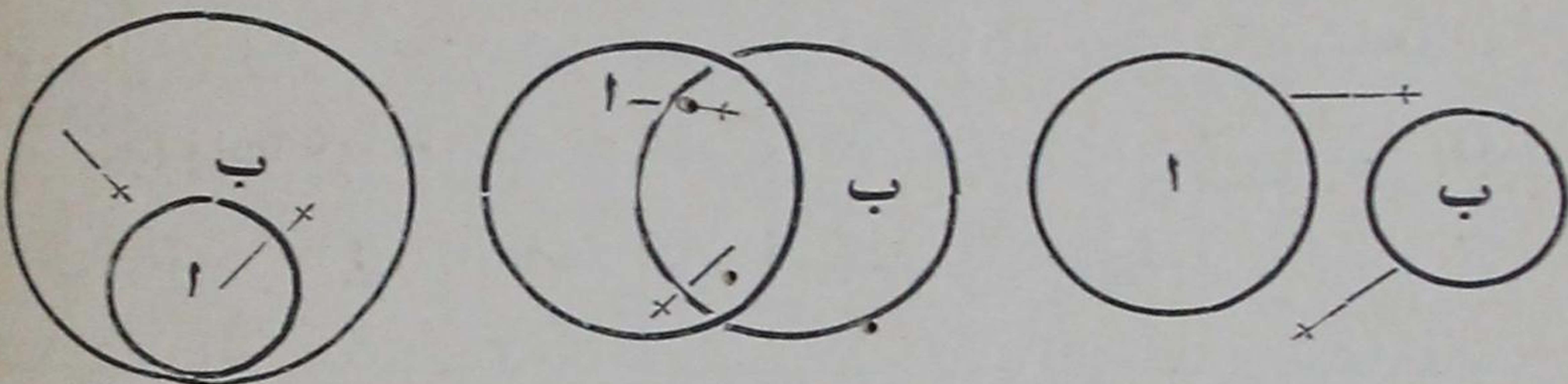
"سچا سائنس اس بات کی جستجو نہیں کرتا کہ وہ آدمی کو اس کی روح سے محروم کردے یا خالق کو اس کی کائنات سے نکال دے بلکہ یہ راستی کے ساتھہ خدا کے عجیب و غریب کاموں کے مطالعہ کرنے اور اس طریقہ کو غور سے دیکھنے کی طرف متوجہ کرتا ھے کہ خدائے تعالیٰ نے کیوں کر نیچر (فطرت) کو اپنی مشیت کی تعمیل میں لگا رکھا ھے"

قانون ارتقا یا جسے نظریۂ نشوونما بھی کہتے ھیں، دراصل حق یا صداقت کے اندازہ کرنے کا اچھا خاصا قیاس ھے - یہ بہت ھی قابل قدر اصول ھے جس سے نہ صرف بیشمار مشاهدات اور تجربات کے نتیجہ پر ھمیں دسترس ھوجاتی ھے بلکہ بعض ھونے والے واقعات کی نسبت پیشین گوئی کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کردیتا ھے جس کی تصدیق بعد کے مشاهدات اور تجربات سے ھوجاتی ھے - مگر اس کا صاف اور صریح مفہوم چند جملوں میں قلمبند کرنا محال ھے - ھربرٹ اسپنسر H. Spencer جیسے بڑے پایہ کے آدمی نے اپنی زندگی کے پچاس سال صرف کرکے اپنی سنتھیٹک فلاسفی Synthetic Philosophy کی کم از کم دس ضخیم جلدوں میں اس کے بیان اور اس کی تشریح کو ختم کیا ھے - تاھم اس مسئلہ کا بہت کچھہ صحیح تصور ذیل کے قضیوں سے ھوجائے گا - ان میں لفظ "شے" کو وسیع معنوں میں لیا گیا ھے - یعنے معروض ادراکی یا وہ شے جس کا علم ممکن ھے * —

* دیکھو بارھویں نوٹ کا فقرہ الف

۱ - کوئی شے ایسی نہیں ھے جو بذاتہ قایم ھو، ھر ایک شے کسی دوسری شے کے تعلق سے قایم ھے جو اس کا ماحول ھے —

۲ - کوئی شے اور اس کا ماحول پہلو بہ پہلو ایک معقول زمانہ تک قایم نہیں رہ سکتے تا وقتیکہ ایک دوسرے کو کسی نہ کسی طرح اپنی تاثیر یا اثر سے متاثر نہ کرتے رھیں۔ مثلاً ایک شے (الف) اور اس کا ماحول (ب) ھے۔ یہ دونوں جن کا ایک دوسرے کے ساتھہ رہنا لابد ھے، ایک دوسرے پر عمل و رد عمل کا فعل لازم طور سے کرتے رہتے ھیں —



۳ - (الف) کا اور اس کے ماحول (ب) کے باھم عمل اور رد عمل سے باھم فطری ارتباط پیدا ھوجاتا ھے یعنی ایک دوسرے میں وصل ھوجاتے ھیں —

۴ - اس طرح کا وصل اگر کامل ھو تو شے (الف) کی بقا* کا سبب ھوتا ھے یا اگر کامل نہو تو شے (الف) کی فنا کا موجب ھوتا ھے —

۵ - ارتقا یا بقا کی ترکیب کے یہ ممتاز طریقے ھیں :-

* اس نوٹ کے مقصد کے اعتبار سے تمہارا شروع کی چار شکلوں کا سمجھنا کافی ھوگا۔ مابقی دو شکلوں کا بغیر مشرح امثال کے بتائے ھوے میرے نزدیک تمہارے لئے دقت سے خالی نہیں اور مجھے اس موقعہ پر لکھنے کی گنجایش نہیں (مصنف)

الف - اجتماع :- ایک ھی نوع کے چند افراد (جیسے جواھر فرد، سالمات، زندہ خانے) کا ملکر ایک مجموعہ بن جانا ––

ب - افتراق :- چند اجزا (یا قویٰ) کا مجموعہ میں سے ایک دوسرے سے غیر مشابہ یا مخصوص ھو جانا - اور ––

ج - ترتیب :- اجتماعی یا افتراقی کُل کا اپنے ماحول کے مطابق ھوجانا ––

۶ - اس کے بر خلاف انحطاط یا فنا کے عمل میں بھی یہی تبدیلیاں واقع ھوتی ھیں مگر اِس کے عمل کی ترتیب اُس کے برعکس ھوتی ھے یا بالفاظ دیگر کسی شے اور اس کے ماحول کو فرض کرلو - ان میں سے ھر ایک کا فرض ھے کہ وہ دوسرے سے مل جاے یا اگر مل نہ سکے تو فنا ھوجاے کیونکہ کسی شے کی بقا بالذات ممکن نہیں تا وقتیکہ اس میں تبدیلی کی صلاحیت نہ ھو - ھر شے کو مثل ایک تصویر کے جو چوکھٹے میں جڑی ھوئی ھے اپنے ماحول کے مطابق اور موزوں بنانا چاھئے تاکہ اس کا وجود خود اس کی ذات اور اس کے ھمجنسوں کے حق میں مفید ثابت ھونے کے لئے قایم رھے - پس اس سے یہ معلوم ھوا کہ جو شے اپنے آپ کو اپنے حوالی سے موافق بذاتی ھے بقا حاصل کرتی ھے اور جو ایسا نہیں کرسکتی فنا ھوجاتی ھے * چنانچہ قرآن مجید اس کا شاھد ھے :-

---

* کیونکہ (صادق یا صالح) جن پر اس کی برکت ھے زمیں کے وارث ھوں گے اور جن پر اس کی لعنت ھے کٹ جائیں گے - (۳۷ زبور آیت ۲۲)

زمین (کی سلطنت) کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔	اِن الارض یرثہا عبادی الصالحون۔

یہ اصول صرف نباتات، حیوانات، انسان اور سوسائٹی (جماعت) کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ غیر ذی روح کے لئے بھی ہے جیسا کہ برٹش ایسوسی ایشن کے پریسیڈنٹ نے چند سال ہوے ظاہر کیا تھا۔

مثلاً ایک شخص کا ماحول، اُس جگہ کی فضا جہاں وہ بستا ہے، سوسائٹی (جماعت) جس میں رہتا ہے، پیشہ جو وہ کرتا ہے، ملکی قانون جس کی اطاعت کرتا ہے وغیرہ ہوتے ہیں۔ پس اگر اس کے جسمانی و دماغی صفات اس کے ماحول کے لحاظ سے موزوں ہیں تو وہ ایک مدت دراز تک بخوشی زندگی بسر کرسکتا ہے (یعنی جب کہ وہ صفات اس میں ایسی صلاحیت پیدا کر دیں یا اُسے ایسا "صالح" بنادیں کہ اپنے آپ کو اپنے گرد و پیش کے حالات کے مطابق بنالے۔ تو پھر ایسے صفات کی عام نوعیت کیا ہے؟ تمھیں معلوم ہے کہ سائنس کا ایک سب سے بہتر طریقہ ناپ یا پیمایش ہے کیونکہ سائنس کا صحیح علم صرف دو خاصیتوں کے باہم فرق معلوم ہونے ہی سے مکمل نہیں ہوتا بلکہ ہر خاصیت کی پیمائش اور اس کے مدارج کا قایم کرنا بھی ضروری ہے۔ گرم کا سرد سے امتیاز کرنا کافی نہیں ہے بلکہ آلۂ مقیاس الحرارت سے اس کے درجوں کی پیمائش بھی لازم ہے۔

اعداد و شمار اور ترسیم کے نئے طریقوں کا مردوں اور عورتوں کی ایک معقول تعداد پر عمل کر کے

یہ دریافت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان میں ایسے کتنے اشخاص ہیں جنہیں باعتبار صفات یا خصائل کے اطلاحاً "قابل ترین" یا "اصلح" کہہ سکتے ہیں - پروفیسر پیرسن * اور دوسروں نے اس طریقہ سے یہ دریافت کیا ہے کہ کسی شہر کی آبادی میں ایک بڑی تعداد ایسے مردوں اور عورتوں کی ہوتی ہے جو درمیانی یا متوسط طریقہ سے بھٹک کر اپنے جسمانی یا ذہنی اوصاف کو کثرت یا قلت کے ساتھہ استعمال کرتے ہیں جس سے اُن میں جہد البقا میں کامیاب ہونے کی صلاحیت بہت کم رہ جاتی ہے - جن افراد میں کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو انہیں درمیانی راستہ سے بھٹکا کر دور لے جاتی ہے تو فنا کے راستے پر پڑ لیتے ہیں - مثلاً بہت سے لوگوں کے قد کی پیمائش کرنے سے آدمیوں کے قد کا اوسط پانچ فٹ چھہ انچ دریافت ہوا ہے اور اعداد و شمار کے طریقوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ آدمی جن کا قد سات فٹ ہے یا جو تین فٹ کے بونے ہیں بہت کم ہیں - اس افراط و تفریط سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو زیادہ بلند قامت ہیں یا جو پستہ قد ہیں یعنی جو اوسط کے درجہ سے قطعی جدا ہوگئے ہیں ان کا رجحان فنا

---

* Karl Pearson جو رسالۂ بیا میٹریکا Biometrika کے مدیر ہیں یہ اعداد و شمار کے طریقہ کے مطابق علم حیات کا مطالعہ کر رہے ہیں — (مصنف)

ہوجانے کی طرف ہے لہذا وہ زندہ رہنے کے قابل بھی نہیں —

موقتی انتخاب کے قانون Law of Peoriodic Selection کی یہ ایک سر سری اور سہل مثال ہے جس نے اب بلجیم کے فلاسفر کے قانون اوسط کو رد کر دیا ہے اس قاعدہ کا عمل صرف انسانی روش نیز انسانی اوصاف کے لئے مخصوص ہوگیا ہے صرف وہی روش یا چلن (یعنی ارادی فعل کا خاص طریق عمل) انسان کو اپنے ماحول کے قابل اور موزوں بناتا ہے جو اُس روش کے اوسط یا معیار سے بہت کم رو گردانی کرتا ہے - انسانی زندگی کی خوشی اور درازیٔ عمر کے لئے نا گزیر شرط ہے —

پس اس سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ اسلام کے مسئلۂ اوسط کی صداقت سائنس نے بھی ثابت کردی ہے —

(۱۲)

مذہب کا آغاز خوف خدا سے ہوتا اور انسانی ہمدردی پر ختم ہوتا ہے *

مجھے اس خاتمہ کے ذوق میں چند عام باتوں کا ذکر کرنا ہے - بعض مندرجۂ ذیل الفاظ اپنے معنی اور اوصاف کے اعتبار سے محتاج تشریح ہیں - لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ تمہیں چند دقیق مسائل کے سمجھنے اور یاد رکھنے میں مدد دیں گے —

اوّل

الف - فرض کرو " شے " سے ایک ایسی چیز مراد ہے جو قابل غور ہو - مثلاً مکان ، مزدور ، سرخی ، فاصلہ ، وطن ، خیرات ، فصاحت ، اصول مملکت رانی بر طانیہ - یہ سب اشیاء ہیں جن کے متعلق تم غور کر سکتے ہو —

ب - اس کے بعد تم " حقیقت " کی تعریف اس طرح کرو کہ یہ ایک جانی ہوئی یا جاننے کے قابل شے ہے -

---

* برمنگھم یونیورسٹی Burmnigham University کے پروفیسر میور ہیڈ Muirhead نے ان نوتس کے متعلق مصنف کے نام جو کرمنامہ بھیجا تھا اس میں یہ جملہ لکھا تھا —

یا چند اشیاء کا درمیانی تعلق ہے یا دوسرے لفظوں میں اس کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ "حقیقت" کوئی ایسی شے یا متعلق شے ہے جسے تم جانتے ہو یا اگر تھوڑی سی تکلیف گوارا کرو تو جان سکتے ہو—

ج - "کائنات یا فطرت" صرف نام ہے اُن حقائق کے مجموعہ کا جنھیں ہم جانتے ہیں یا جو جاننے کے لایق ہیں۔ شعرا، حکما اور بعض سائنس داں بھی ان جانی ہوئی اور جاننے کے قابل اشیاء کے مجموعے یعنی کائنات کو فرضی شخص تصور کرکے اسے کوئی تذکیر و کوئی تانیت سے منسوب کرتے ہیں اس طریقہ سے کنایتاً کلام کرنے میں ایک طرح کی سہولت پائی جاتی ہے اور اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ کائنات میں وہی یکسانی، مداومت اور توافق ہے جو کسی شخص کے تصور میں ہوتا ہے—

دنیا کی تاریخ کے ہر زمانے میں تمام ذی فہم اشخاص کائنات کو بحیثیت کُل سمجھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اُس کے متعلق ان تین اہم سوالات کے جواب دینے میں پوری ہمت صرف کی ہے، یعنی کیا؟ کس طرح؟ اور کیوں (یعنی کیا وجہ)؟—

۱ - کائنات کیا ہے؟ یعنی وہ کیا حقائق ہیں جن سے کائنات وجود میں آئی؟ (علم کائنات)—

۲ - کائنات جیسی کہ وہ ہے کس طرح ظہور میں آئی؟ یعنی وہ حقایق جنھیں ہم جزو کائنات پاتے ہیں

کیسے واقع ہوے (کائنات کی تشریح)—

۳- کائنات جس حالت میں کہ وہ ہے کیوں ہے؟ اور دوسری طرح سے کیوں نہیں ہے؟ یعنی کیا وجہ ہے کہ جو حقائق جزو کائنات ہیں باوجود ان تغیرات کے جو متواتر ہوتے رہتے ہیں ان میں کیوں ایک قسم کی یکسانی ترتیب اور تواحد پایا جاتا ہے؟ (کائنات کا سبب)—

صراحت سے بیان کرنے کی بجاے میرا اتنا کہنا کافی ہے کہ سائنس (مع اپنی مختلف شاخوں کے جنھیں ہم علوم کہتے ہیں) پہلے سوال یعنی ”کیا“ کا (جو کائنات کی حقایق کے متعلق کیا جاتا ہے) جواب دینے کی کوشش کرتا ہے - فلسفہ دوسرے سوال یعنی ”کس طرح“ کا (جو کائنات کی تشریح کی نسبت کیا جاتا ہے) جواب دینے کی سعی کرتا ہے - مذہب یا علم الٰہیات (جس میں اعلیٰ درجہ کی شعریت بھی شامل ہے) تیسرے اور آخری سوال یعنی ”کیوں“ کا (جو کائنات کے سبب کے متعلق کیا جاتا ہے) جواب دینے کی کوشش کرتا ہے- تمھیں اس طرح سے صاف طور پر سائنس، فلسفہ اور مذہب کی اقالیم بالترتیب ان تین الفاظ ”کیا“ ”کس طرح“ اور ”کیوں“ کو یاد رکھنے سے ذہن نشین ہو جاے گی - جب تم کوئی کتاب پڑھو جس میں حقائق کا ذکر ہو اور جو یہ سوال کرے کہ کائنات کیا ہے؟ یا جس میں کائنات یا (نیچر) کی تشریح ہو اور یہ سوال کرے کس طرح؟ یا جو کائنات کا سبب بیان کرے اور سوال کرے کیوں؟ تو تم یقین کر لو کہ وہ کتاب یا تو سائنس کی ہے یا فلسفہ یا مذہب کی ہے خواہ اس کتاب کا

نام بجائے خود کچھ بھی ہو —

میں نے یہ کہا ہے کہ سائنس، فلسفہ یا مذہب جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں - یہ نہیں کہا ہے کہ انہوں نے جواب دیے ہیں، کیونکہ ان میں سے کسی بات کا بھی جواب قطعی یا اٹل نہیں دیا جاسکتا - سبب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس کی اصلی تہہ کو نہیں پہنچا ہے - چنانچہ جیسے جیسے آدمیوں کا تجربہ برابر بڑھتا جاتا ہے ویسے ہی ویسے قدیم حالات کے متعلق نئی نئی حقیقتیں اور نئی نئی صورتیں ہر زمانے میں آشکارا ہوتی جاتی ہیں - بعینہ اسی طرح جس طرح کہ انسان کو اپنے تئیں نئے حالات یا پرانے حقائق کے تغیرات کے مطابق اور موزوں بنانا لازم ہے ورنہ بجز فنا ہونے کے کوئی چارہ نہیں اسی طرح سائنس، فلسفہ اور مذہب کو بھی اپنے تئیں جدید حالات کے مطابق بنانا پڑتا ہے ورنہ یہ بیکار * اور معطل ہو جائیں گے --

دوم

میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ میں اسلام کو بہترین مذہب مانتا ہوں کیونکہ جہاں تک کہ میرا علم ہے بہ نسبت دوسرے مذاہب کے یہ سائنس کے جدید خیالات کے مطابق ہے - اگر تم میرے خیال کے موافق سائنس، فلسفہ اور مذہب، مخصوص

---

* اس وجہ سے آہستہ آہستہ ہر مذہب میں ظاہر داری دخل پاجاتی ہے اور اس کے اصول جب نئے حقائق یا قدیم حقائق کے تغیرات سے مطابق ہونے میں ناکامیاب رہتے ہیں تو پھر وہ مذہب بھی مردہ ہو جاتا ہے - دیکھو ضمیمہ کتاب ہذا — (مصنف)

اقالیم کو مان لو تو تم آسانی کے ساتھ سمجھ جاؤگے کہ اسلام سا مذہب منشا نیچر یا فطرت کے کہنہ بیان کرتا ہے لازماً وہ سائنس کے "کیا" اور فلسفہ کے "کس طرح" سے بھی مطابق ہوگا۔ انسان کی معلومات کی تین عظیم الشان اقالیم یعنی سائنس، فلسفہ اور مذہب کے ڈانڈے ایک دوسرے سے ملے ہوے ہیں۔ ورنہ اُن سے انسانی خیال کا عالم پیدا نہیں ہو سکتا تھا اور اس کے سوا مکمل اور باقاعدہ معلومات کے لئے انسان میں جو خواہش فطرتاً ودیعت کی گئی ہے پوری نہیں ہو سکتی تھی —

سوم

مسئلۂ ارتقا جسے میں سابق کے نوٹ میں بیان کرچکا ہوں مسئلۂ تخلیق کا صرف ایک نظریہ ہے کہ کائنات "کیسے" وجود میں آئی اور وہ "کیا" ہے۔ نئے حقائق جو زمانۂ آئندہ میں دریافت ہوں گے وہ اس مسئلہ کے صحیح یا غلط ہونے کا ثبوت دیں گے۔ فی الحال یہ ایک نہایت معقول دعویٰ اور بہترین قیاس ہے کیوں کہ ہم جن حقائق کو جانتے ہیں یہ ان کے مطابق ہے اور جو جاننے کے لائق حقائق ہیں یہ ان کے بتانے کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ اس نے یہ بھی ظاہر کردیا ہے کہ اگر لوگ بجاے خود ان ضرورتوں کے اعتبار سے جو ان کی شان کے شایاں ہیں ان کا اہل ثابت نہ ہوے یا اگر یہ اپنے ماحول کے لئے جو ایک لفافہ کی طرح انہیں ملفوت کئے ہوے ہے موزوں ثابت کرنے میں ناکامیاب رہے تو بیشک نہ یہ ترقی کرسکتے

هیں اور نہ ان کا وجود قایم رہ سکتا ہے - ہمیشہ ادلتے بدلتے رہنا قانون قدرت ہے - حصول تطابق کے لئے مدام عمل پیرا رہنا قانون حیات ہے —

اس لئے انسانی زندگی کے واسطے اپنے ماحول کی مطابقت ناگزیر ہے اور جو مذہب ان اسباب کے مناسب ہوگا اس میں مطابقت کی صفت بھی ہوگی - میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام میں بدرجۂ اولیٰ یہ صفت موجود ہے اور اس لئے یہ مذہب نہایت ہی موزوں ہے —

اس بات کو یاد رکھنا چاھئے کہ میں یہ اُس اسلام کی نسبت کہہ رہا ہوں جو قرآن کی مطابق ہے نہ وہ "مسلمانی" جو پیغمبر خدا صلعم کے بعض نام نہاد ماننے والوں کی ہے - تمہیں قرآن مجید * کا ترجمہ بالکل با موقعہ جس طرح کسی دوسری کتاب یا تاریخی دستاویز کا کیا جاتا ہے، کرنا چاھئے - نہ اس طرح سے جیسا کہ بعض مسلمان عجیب من گھڑت اور غریب احادیث کی مدد سے اس کی تاویل کرتے ہیں اسلام انسانی نفس کے اس رجحان کا مخالف ہے کہ وہ ہر خیال کو انسانی شکل میں لے آتا ہے - یعنے مجرد صفات کو مثل اشخاص کے سمجھنا اور ان کو انسانی افراد کی طرح علیحدہ ہستی

---

* ترجمہ ایسا ہونا چاھئے جو جدید خیالات اور ہرزمانہ کے ادلتے بدلتے ہوئے حالات سے مربوط و موافق ہوجائے بالکل اسی طریقہ سے جس طرح سے کہ قانونی عدالت کے جج ان مقدمات کی اصل حقیقت کو جوان کے سامنے پیش ہوتے ہیں قدیم قانون سے مربوط و موافق کر لیتے ہیں (دیکھو مولانا حالی کا رسالہ) "الدین یسر" (مصنف) —

خیال کرنا—

چہارم

میں بیان کر چکا ہوں کہ اسلام اور دین مسیح کے درمیان فی الاصل کوئی اختلاف نہیں ہے بشرطیکہ ہم ان ہر دو مذاہب کے بانیوں کے اقوال اور افعال کو صحیح طور پر دیکھیں اور سمجھیں۔محمد صلعم نے بار بار یہ فرمایا ہے کہ میں حضرت عیسیٰ اور ان سے ماقبل کے مرسلین الہی کی رسالت کو صحیح اور مکمل کرنے کے لئے آیا ہوں جو میری* طرح سے رسول برحق تھے۔حضرت عیسیٰ نے انسان کو دوسرے کے ساتھ سلوک کرنے کے لئے سب سے بڑا اور بہترین طریقہ یہ بتایا ہے:—

"اپنے ہمسایہ سے محبت رکھ جیسی کہ تو اپنی ذات سے رکھتا ہے" (انجیل متی ۲۳ احبار ۱۸-۱۹)

برنس Burns شاعر کا یہ مشہور شعر یاد رکھنے کے لایق ہے:—

جس نظر سے غیر دیکھیں اس نظر سے اے خدا
دیکھوں میں اپنے کو وہ قوت مجھے تو کر عطا

شاعر نے جس انعام کی دعا مانگی ہے حقیقت میں دیکھو تو ایسی فانی ہستیاں بہت کم ہونگی جو اس بخشش کی متمنی ہوں۔کم و بیش ہر ایک ہم میں سے فطرتاً یا بسا اوقات نادانستگی کی وجہ سے اپنی ذات کو ایسا اعلیٰ سمجھتا ہے

---

* دیکھو پانچویں نوٹ کی مندرجہ آیت قرآنی آمنا بالله (مصنف)

که اگر هم چاهیں بھی تو اپنی ذات کو اس نظر سے نہیں دیکھہ سکتے جس نظر سے دوسرے ہمیں دیکھتے ہیں۔ اس صورت میں یہ ایک بہترین طریقہ ہے کہ دوسروں کو ہم اس نظر سے دیکھیں جس نظر سے ہم اپنے آپ کو دیکھتے ہیں اور ہمارے دل میں دوسروں کی توقیر ایسی ہی ہونی چاہئے جیسی کہ ہم اپنی ذات کے لئے اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ ایک دوسری انتہائی مثال لیجئے، کہ اگر ہم اپنے آپ کو کبھی نفریں نہیں کرسکتے جس طرح سے کہ دوسرے بعض اوقات ہم سے متنفر ہوتے یا ہماری حقارت کرتے ہیں، تو ہمیں کم از کم دوسروں سے ایسی ہی محبت کرنی چاہئے جیسا کہ ہم اپنی ذات سے آپ محبت کرتے ہیں۔ ہمیں دوسروں کے ساتھہ ویسا ہی برتاؤ کرنا چاہئے جس کی ہم توقع کرتے ہیں کہ دوسرے ہمارے ساتھہ کریں۔ اس طرح سے یہ قاعدہ:-

"اپنے ہمسایہ سے محبت رکھہ جیسی کہ تو اپنی ذات سے رکھتا ہے"—

بالکل انسانی فطرت کے مطابق ہے، یہ نوع انسان کی رہنمائی کے لئے باہمی سلوک کرنے کا ایک ایسا پر معنی طریقہ ہے کہ اس سے بہتر کسی طریقہ کی شاید ہی کبھی تلقین کی گئی ہو—

میرے نزدیک دین عیسوی اور اسلام کی معنوی مطابقت کا اس سے بہتر کوئی اور ثبوت نہیں ہوسکتا کہ حضرت عیسیٰ کے ارشاد کی صداقت کا اظہار خود

حضرت محمد مصطفی صلعم اپنی زبان سے فرمائیں:—

کوئی مسلم مومن نه هوگا جب تک که وہ اپنے همسایه سے ویسی هی محبت نه کرے جیسی که اپنی ذات سے آپ محبت کرتا هے —	لایومن احد حتی یحب لجارہ مایحب لنفسه *

اس بنا پر میرا یه اعتقاد هے که اگر مابعد الطبیعات کے مسائل کے وہ بد نما پیوند جو ان کے دامن پر لگا دئے گئے هیں نکال دئے جائیں تو ان هر دو مذاهب میں کوئی فرق نهیں رهتا—

حقیقی اسلام اصلی دین عیسوی سے ملا هوا هے جو (ایک)

---

* قطع نظر اس ایک حدیث کے اس مضمون کی اور احادیث بھی هیں - مثلاً:—

نیکی کرو اپنے همسایه کے ساتھه تو تم مومن هوگے اور دوسروں کے لئے وهی چاها کرو جو تم اپنے لئے چاهتے هو تو تم پکے مسلمان هوگے	احسن الی جارک تکن مومناً واجب للناس ماتحب لنفسک تکن مسلماً-
تمام مخلوق الله کی عیال هے اور سب میں محبوب تر الله کے نزدیک وہ هے جو اس کی مخلوق کے ساتھه سب سے زیادہ بھلائی کرے —	الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله-
جو لوگوں پر رحم نهیں کرتا الله تعالی اُس پر رحم نهیں کرتا-	لا یرحم الله من لا یرحم الناس-

(مترجم)

مختصر صحیفہ* ہے - مگر یہ دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ نیکی کا منبع محبت ہے—

کیوں کہ محبت بہشت ہے اور بہشت محبت ہے

---

* یا یوں کہو کہ حقیقی دین عیسوی اصلی دین اسلام سے متحد ہے جو (ایک) مبسوط کتاب ہے - "بحیثیت مجموعی محمد (صلعم) کا مذہب ایک قسم کا دین عیسوی ہے" - طامس کارلائل۔ (مصنف)

وہ دین مسیح جس کے عقیدہ میں وحدانیت خدا اور توحید داخل ہے اور نہ وہ مذہب جس کی نسبت قرآن مجید میں ہے :-

اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں— | وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ (قرآن مجید - التوبہ ع-۵)

یا جن کا عقیدہ تثلیث ہے:-

"جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تو یہی تین میں کا (ایک) تیسرا ہے (یہ لوگ بھی اس کہنے سے) بیشک کافر ہوگئے" | لقد کفرالذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ (قرآن مجید النساء ع-۱۰)

(مترجم)

ضمیمہ

تنقیـــــــد

از مسٹر جے - ملونی - آئی - سی - ایس

اگر ہم خدائے واحد کے وجود کو اس وجہ سے مان لیں کہ وہ کارخانۂ عالم کا چلانے والا ہے اور محمد (صلعم) کے پیغمبر خدا یا اقل درجہ خدا کے نبی ہونے سے انکار کریں تو یہ ناممکن ہے - مجھے تو یہ خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اتفاق سے قوموں کے عقیدہ کو بدل دے یا صرف فریبی کارروائیوں سے اس قدر کامیابی حاصل کرے - بیشک محمد (صلعم) راستباز تھے اور جو مذہب کہ ان کے نام سے نامزد ہے اس کا ثبات ہی بتا رہا ہے کہ وہ صاحب وحی تھے - یا اگر صاحب وحی کہنا اس لحاظ سے قابل اعتراض ہو کہ مذہبی اصطلاح میں یہ ایک ایسی عام بات ہے کہ جس کے معنی بہت ہی مبہم ہیں تو ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے حیات کی اصل حقیقت کو اس صحت اور تیقن کے ساتھ مشاہدہ کیا جس سے بڑھ کر ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا - تو پھر امجد اور محمود کے دل میں جو یہ خیال پیدا ہو اور جسے آپ نے بھی تسلیم کرلیا کہ اسلامی سلطنتوں کی حالت ابتر ہے اور وہ عیسائی دول کے ہاتھوں پارہ پارہ ہو رہی ہیں ' یہ واقعہ

کیوں کر ظہور میں آیا اور اس کے کیا اسباب ہیں ؟ میرے خیال میں آپ نے اس سوال * کا جواب نہیں دیا ہے - آپ نے صرف اس قدر کہہ کر ختم کر دیا ہے کہ اگر اسلام کو صحیح طور پر سمجھا جاے تو یہ بہترین مذہب ہے —

میرا خیال ہے کہ لڑکوں نے اپنے شبہ کے بیان کرنے میں بہت ہی تیزی سے کام لیا ہے ، مقابلہ سر تا سر اسلام اور دین عیسوی کے مابین نہیں ہے - ہندوستان کو عمامی اغراض سے دیکھا جاے تو یہ ہندوؤں کا ملک ہے ہندوستان کی قدیم ریاستوں کی حکومتیں عیسائی حملہ آوروں کے مقابلہ میں پژمردہ ہو گئی ہیں - دُنیا کے اُس حصے کو لیجئے جس میں دین عیسوی ایک مقبول مذہبی عقیدہ کی صورت میں رائج ہے تو وہاں اُن اقوام کے مقابلہ میں جن کا عقیدہ پروتستنت ہے ، عیسائی مذہب کے رومن کیتھولک فرقہ کی پابند قوموں کی دنیاوی قوت میں زوال آ گیا ہے - یوں تو دین عیسوی کے بہت سے فرقے ایسے ہیں جو رومن کیتھولک نہیں ہیں لیکن فرقۂ پروتستنت کے عقیدہ کی تعلیم ہمارے اغراض کے لئے کافی ، پر معنی اور سمجھ میں آنے کے لائق ہے - مجھے احتمال ہے کہ میرا یہ بیان کہیں مذہبی بغض و عداوت پر مبنی نہ خیال نہ کیا جاے ، میں کسی خاص

---

* دیکھو پانچویں نوٹ کے تیسرے فقرہ کے اشارات اور صفحہ ۵۶ و ۹۲ کا حاشیہ - صفحہ ۷۷ کا حاشیہ اور ۱۳۰ صفحہ کا حاشیہ - (مصنف) - دیکھو دیباچہ مترجم صفحات ۹ - ۱۰ و ۱۱ - پہلے نوٹ کے صفحہ ۲۱ کا اور صفحہ ۲۴ کا حاشیہ —

مذہبی عقیدہ کا طرفدار نہیں ہوں۔ عیسائی فرقوں کے بہت سے نیک آدمی ایسے ہیں جن سے میری ملاقات ہے۔ مسلمانوں، ہندوؤں اور رومن کیتھولک میں میرے بہت سے دوست ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میں جو بیان کرتا ہوں اس کی ظاہری صداقت کا تعلق بیشک عیسائی دنیا سے ہے۔ مثلاً اسپین کے زوال اور انگلستان کے عروج کا مقابلہ کرو اور اس کے ساتھ ہی آسٹریا کا ضعف اور جرمنی* کی قوت و اقتدار کا (اگرچہ اس کا استعمال بری طرح کیا گیا ہے) اندازہ لگاؤ۔ اس سے فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مذہب کو ان اُمور سے کچھ سروکار ہے؟ میرا خیال ہے کہ ضرور ہے—

مسلمانوں، ہندوؤں اور رومن کیتھولک کے مذاہب نے بہشت و دوزخ سے بہت ہی گہرا تعلق پیدا کرلیا ہے اور یہ آئندہ کے دائمی غضب سے بچنے اور دوامی نجات کے حاصل کرنے کی فکر میں منہمک ہیں۔ اگستی کامت Auguste Comte نے دین عیسوی کی نسبت جو مضحکہ اُڑایا ہے وہ اِن مذاہب کے بھی کسی قدر شایان حال ہے۔ اس کا بیان ہے کہ "دین عیسوی کا منبع کمینہ خوف اور بیحد حرص و طمع ہے"۔ مذہب ایسا ہونا چاہئے کہ آنے والی زندگی سے بھی زیادہ اس دنیا میں رہنما بنے۔ حضرت عیسیٰ کا قول ہے کہ "مبارک ہیں وہ جن کے دل پاک ہیں کیونکہ انہیں دیدار خدا نصیب ہوگا" کیانت Kant اس جملے کو کاٹ کر صرف اتنا

---

* رقم زدہ سنہ ۱۹۱۷ ع

رکھنا "مبارک ہیں وہ جن کے دل پاک ہیں" نیک رویہ اختیار کرنا خوب ہے، مگر آئندہ* کے کسی معاوضہ کی اُمید پر نیک رویہ اختیار کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ پونڈیچری کے رومن کیتھولک فرقہ کے اسقف اعظم مانسیجور بونانڈ Catholic Bishop Monseigneur Bonnand نے اپنے مایوس واعظوں میں سے ایک واعظ کو لکھا تھا کہ "تم آخری دم تک مشنری (داعی) بنے رہو یقیناً تم نجات پاؤگے"۔ میرے نزدیک ان کا بیان غلط ہے، ایسا شخص خواہ مسلمان مشنری ہو یا عیسائی جو محض اس اُمید پر کہ اس کی ذات کو مرنے کے بعد اس کے اعمال یعنی اس واعظانہ زندگی کی تکالیف برداشت کرنے کی (واقعی بعض قدیم فرانسیسی واعظوں میں ایسے بھی ہوے ہیں جنھوں نے بیحد تکلیف برداشت کی) بدولت بیحد روحانی مسرت اور لازوال فائدہ حاصل ہوگا، میرے نزدیک قابل وقعت نہیں—

بشپ بلو گرام Bishop Blougram (جو براؤننگ شاعر کا خیالی شخص ہے) نے ان ابیات کو جو براؤننگ Browning شاعر کی ہیں (اور جن کی نسبت فرضی طور سے یہ بتایا جاتا ہے کہ کارڈینل وائزمین Cardinal Wiseman کی شخصیت کے باعث یہ اس شاعر کو الہام ہوا تھا) اپنی معذرت Apology میں بیان کیا ہے:-

---

* ساتویں نوٹ کو صفحہ ۷۹ پر ملاحظہ کیجئے۔ (مصنف)

ہے دین مسیحی کی یہ ترکیب بڑی
تعلیم جو ہاتھہ لگ گئی ہے سب کے
پیدا ہوا اس میں تو ہوئی یہ تلقین
ہے خوب ذریعہ یہ بسر کرنے کا

مجھے خوف ہے کہ یہی مثل اب مسلمانوں پر صادق آتی ہے لیکن میرے قلب کو کسی مذہب کے عقیدہ میں مستقل اور قطعی صداقت کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ میرے نزدیک مذہب تو وہ شے ہے جسے انسانی ادراک کے ساتھہ بڑھنا چاہئے۔ مذہب کوئی ایسا روحانی صداقتوں سے بھرا ہوا صندوق نہیں ہے جسے ایک دفعہ اور ہمیشہ کے لئے بند کردیا اور مسلسل پیدا ہونے والی نسلوں کے دیکھنے کے لئے کھول دیا جائے ایسے واقعات پر جن کو گذرے ہوے عرصہ ہوگیا ہو یقین کرنا کافی نہیں ہے یا اُن چند امتناعی احکام کی جو کسی خاص ملک کے لئے ایک مدت گزری دیے گئے تھے' متابعت کرنا کافی نہیں ہو سکتا۔ ہمیں مذہب کے اصول کو اپنے زمانے کے حالات سے مطابق کرنا چاہئے۔ ہمیں تا حال تمام و کمال صداقت جو ازلی و ابدی ہو بہم نہیں پہنچی ہے۔ جوویت Jowett کا یہ قول ہے کہ اس کا اختتام ابھی نہیں ہوا ہے اور انسان کو خدا کا منشا صرف آدھا معلوم ہوا ہے—

بدقسمتی سے جب کوئی مذہب اپنے کامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس میں پیشوایان مذہب کی جماعت کی ترقی شروع ہوتی ہے اور اس کے ساتھہ احکام کے

مقررہ ضوابط کا مجموعہ تیار ہو جاتا ہے اور اس کی پابندی پر اصرار شروع ہوتا ہے - گو کہ مقررہ قواعد کے موافق زندگی بسر کرنا آسان بات ہے مگر یہ مہلک ہے۔ میرا خیال ہے کہ محمد (صلعم) عالم الٰہی کے ایک عجیب عالی ظرف صاحب مذہب تھے - انہوں نے زندگی کا طرز عمل اختیار کرنے کے لئے یقیناً ضوابط بنائے جن کو مقامی خصوصیت اور اس زمانہ کے لحاظ سے بہترین خیال کرنا چاہئے، مگر موجودہ زمانے کے مسلمانوں نے ان ضوابط کو روحانی خواہش کی انتہائی تشفی کے لئے اختیار کرلیا اور اس حقیقت سے لاعلم رہے کہ یہ ضوابط غالباً محمد (صلعم) کے زمانہ اور ملک کے لحاظ سے معمولی سمجھ کی اقل مطالبات کا اظہار کرتے ہیں—

محمد (صلعم) نے مسلمانوں کو شراب نہ پینے کی ہدایت کی - ملک عرب کی آب و ہوا کے اعتبار سے یہ مسئلہ بہترین معنی رکھتا ہے - حاجی برٹن جو عمدہ شراب کو زیادہ عزیز جانتا تھا اس نے بیان کیا ہے کہ صحرائے عرب میں شراب قطعی بدمزہ معلوم ہوتی ہے اور ناموافق بھی۔ میری یہ خواہش نہیں ہے کہ مسلمان شراب پینے لگیں بلکہ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ ایسے ممالک میں جہاں شراب کا استعمال مضر ہے اس سے باز رہنے میں سوا اس کے کوئی خوبی نہیں کہ یہ مقتضاء عقل ہے - البتہ مجھے یہ یقین نہیں ہوتا کہ اُن ممالک میں جہاں کی آب وہوا میں شراب کا اوسط مقدار میں پینا مرغوب و مفید ہوتا ہے وہاں

محمد (صلعم) کے نزدیک ان کے اس مسئلہ سے تغافل برتنے والا ذرا بھی خطا وار ٹھہرے گا—

مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ محمد (صلعم) نے محض اپنے سپاہیوں کو سختی کا عادی بنانے کے لئے رمضان کے روزے فرض کئے- لیکن اس زمانے کے مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ روزے رکھنے میں دراصل کوئی خوبی کی بات ہے حالانکہ اس میں کوئی نیکی نہیں ورنہ اس نقطۂ خیال سے جاکی* (Jockey) پیشہ لوگوں میں دنیا کے سب سے زیادہ نیک شخص موجود ہیں—

محمد (صلعم) نے کثیرالازدواجی کی اجازت دی ہے اور پردۂ نسواں کی تاکید کی ہے- سرسید احمد نے بتایا ہے کہ محمد صلعم کے زمانے میں یہ ایک مدبرانہ حکم تھا- علاوہ ازیں اُس وقت بظاہر عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں بڑھی ہوئی بھی تھی' اور اگر کوئی عورت کسی شخص کی حفاظت میں نہ آتی یا اُس کا کوئی نگہبانی کرنے والا نہ ہوتا تو اس کا مصیبت میں مبتلا ہوجانا ممکنات سے تھا- مگر میرے خیال میں اس طریقہ کا ہر زمانے کے لئے مفید قرار دیا جانا مناسب نہ ہوگا-

ہندوستان کے مسلمانوں میں' کثیرالازدواجی کی

---

* یہ وہ لوگ ہیں جو گھڑدوڑوں میں گھوڑے دوڑانے کا پیشہ کرتے ہیں- ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وزن میں ہلکے ہوں - اس لئے وہ غذا کم کھاتے ہیں بلکہ بعض اوقات فاقے کرتے ہیں- (مترجم)

رسم تو مفقود ہو رہی ہے لیکن یہاں عموماً مسلمان اپنی عورتوں کو مقید رکھتے ہیں اور پوری طرح سے مطمئن ہیں کہ انہوں نے اپنے اس فعل سے اخروی نجات کا راستہ کھول دیا ہے۔ اس لئے مجھے تو مسلمانوں کی جسمانی و دماغی ترقی کرنے کی امید اس وقت تک نظر نہیں آتی جب تک کہ ان کی نصف تعداد پردے اور جہل میں رہے گی۔ اس رسم کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ جسم و ذہن کے مضر ہو۔ اگر آپ یہ کہیں کہ پردہ کی بدولت تم ان برائیوں سے محفوظ رہتے ہو جو یورپ کی طلاق کی عدالتوں سے دنیا بھر میں شایع ہوتی رہتی ہیں تو میں یہ جواب دونگا کہ پہلے تو مجھے آپ کے دعوے صحیح اور کامل ہونے میں شک ہے گو میں اپنے مسلمان دوستوں سے ان برائیوں کی طنز آمیز تفصیل سن چکا ہوں، دوسری بات یہ ہے کہ اگر تمہارا دعویٰ بالفرض صحیح بھی ہو تو فی صدی اسی عورتوں کا آزاد، نیک، تندرست اور تعلیم یافتہ ہونا بدرجہا بہتر ہے به نسبت اس کے کہ پوری سو کی سو کو جبر و تشدد کے ساتھ محض نیک ہی بنایا جائے —

محمد (صلعم) نے روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ میرے نزدیک یہ پیغمبر صاحب کا اس فرمانے سے یہ اشارہ تھا کہ انسان اپنی عمر عبادت میں بسر کرے۔ زمانۂ حال کے مسلمان بھی بار بار شد و مد سے روزانہ پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں اور مطمئن ہیں لیکن یہ نماز کا ورد ایسا ہی ہے جیسے ضرب

کے پہاڑوں کا دن میں پانچ وقت دہرانا۔ ہملٹ میں بادشاہ نے کہا ہے:—

"الفاظ کی رسائی تاوقتیکہ دلی * نہوں خدا تک نہیں ہوتی"۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے دوست د ب' دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ہیں یا دس دفعہ یا بالکل نہیں۔ میں (دراصل) اس کی پرواہ نہیں کرتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ یہہ اپنی ذمہ دار خدمت کو انجام دیتے دیتے جان دیدینا قبول کریں گے مگر رشوت نہ لینگے جھوٹ نہ بولینگے اپنے آقا کے خلاف سازش نہ کرینگے۔ اگر پیغمبر (خدا) دوبارہ اِس دنیا میں آجائیں تو میرے نزدیک وہ ان افعال کو کافی و وافی خیال فرمایئں گے—

آپ نے پابندی شرع کے متعلق اور چند باتیں مثلاً بالوں کا تراشنا، پاجاموں کی لمبائی، بیان کی ہیں۔ ڈاکٹر خواجہ محمد حسین صاحب نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ انھوں نے ایک مرتبہ مسلمانوں کے ایک محلے کے رہنے والوں کو دیکھا کہ یہ ایک دیندار مسلمان کو جو فرنگی (کافر) کا جوتہ پہنے ہوے تھا دیکھ کر برہم ہوگئے اور شورش برپا کردی۔ یہ بلحاظ نوعیت ایک ہی قسم کی باتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی توجہ حصول جنت کے خیال سے اس قسم کے جدید آسان مسائل کی طرف زیادہ مائل ہوگئی ہے۔

---

* مولانائے روم فرماتے ہیں:-

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر (مترجم)

حالانکہ ان کے پیغمبر کے خیال میں بھی کبھی ایسا سہل رستہ نجات کا نہ تھا۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ آنحضرت کے خیال مبارک میں کسی وقت بھی یہ بات آئی ہو کہ میرے ان اعمال میں کہ میں شراب نہیں پیتا، دن میں (حالانکہ وہ نماز کی حقیقت کو سمجھے ہوے تھے) پانچ وقت نماز پڑھتا ہوں اپنی ازواج کو باہر نہیں نکلنے دیتا (کہ کہیں اس زمانہ کے وحشی لٹیروں کا شکار نہ بن جائیں) کوئی خاص نیکی یا خوبی ہے۔ ان تمام باتوں کا خلاصہ اسی قدر ہے کہ ہر شخص تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنے سے ان مسائل کا پابند بن سکتا ہے، لیکن مذہب کی وہ روح جس نے محمد (صلعم) کی زندگی کی رہنمائی کی اس کا حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔ مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ سر افسر الملک آپ سے یہ بیان کریں گے کہ ایک سپاہی کے لئے یہ مناسب ہے وہ قواعد کرنے میں مستعدی دکھاے، اپنے اسلحہ اور ساز و سامان کو صاف رکھے، یہ تمام کام ایک سپاہی خفیف سی تکلیف برداشت کر کے بخوبی انجام دے سکتا ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ آپ سے یہ بات بھی کہہ دینگے کہ اسلحہ و ساز و سامان کا ٹھیک رکھنا ہی سپاہی کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اگر کوئی زیادہ مشکل کام ہے تو وہ لڑائی میں بہادری دکھانا ہے۔ ایک سپاہی خواہ وہ کیسا ہی مستعد اور اپنے ساز و سامان کو صاف رکھنے والا کیوں نہ ہو اگر جنگ میں جوہر شجاعت نہ دکھاے گا تو اس کی مستعدی و صفائی سب بیکار ہے اور یہ ایک برا سپاہی ہے —

مسلمانوں کی روز مرہ کی زندگی سے اسلام جدا ہوگیا ہے- اور پیغمبر کی تعلیم کے صرف الفاظ پر قناعت کر کے اس کے باطنی جوہر سے آنکھیں بند کرلی گئی ہیں گویا ایک بڑی گٹھلی کے اندر تھوڑا سا مغز ہے جو کھڑ کھڑا رہا ہے۔ جیسا کہ چارلس کنگسلی Charles Kingsley نے گزشتہ صدی کے پچاسویں برس سینٹ پال St. Paul کے کلیسائی خدمت کا (رسالۂ ایست Yeast میں) تذکرہ کرتے ہوے بیان کیا ہے:۔ "مسلمانوں کی قومی زوال کی یہی وجہ ہے کہ زندگی نے مذہب سے قطع تعلق کر لیا ہے" —

یہی حالت اُن مذاہب کی ہے جن کا میں ذکر کرچکا ہوں- زمانۂ قدیم کے برہمن اس لئے اپنے تئیں برہمن کہلاتے تھے کہ وہ تعلیم یافتہ، دانشمند، دیانتدار اور بلحاظ عادت صفائی پسند ہوتے تھے مگر کبھی کسی برہمن نے اپنے ذاتی تقدس کا دعویٰ صرف اس بنا پر نہیں کیا کہ وہ ایک برہمن کے گھر پیدا ہوا ہے- در اصل یہاں بڑی وجہ جو مانع ترقی ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ مذہبی ضوابط کی پیروی میں سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے یعنی وہ اصول جو مذہب کی روح ہیں ان پر عمل نہیں کرتے اور جو پرانے اور غیر ضروری قواعد کے الفاظ کی بے سوچے سمجھے مشین کی طرح تعمیل کرتے ہیں- آئرلینڈ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہ "ولیوں کا جزیرہ ہے" اس امر میں مجھے شبہات ہیں مگر خیر فرض کرلیجئے کہ ایسا ہی ہوگا- اب یہ مذہبی عملہ جات اور اچھے گرجاؤں سے بھرا پڑا ہے- دنیا کے کسی حصے کے لوگ اس پابندی

کے ساتھہ گرجا میں نہیں جاتے جیسے یہاں کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور جمعہ کے دن نہایت ہی سختی کے ساتھہ گوشت کھانے سے اجتناب کرتے ہیں اور اس ظاہر پرستی اور ظاہر داری سے یہ بہت ہی مطمئن ہیں۔ جنوبی آئرلینڈ میں راست گوئی معدوم ہے، شراب نوشی کی بڑی کثرت ہے اور کاہلی ان کا شعار ہے، پس جنوبی آئرلینڈ کی جیسی کچھہ حالت ہے سو اس سے ظاہر ہے۔ انسان کے روز مرہ کے اعمال و افعال کو راہ راست پر قایم رکھنے یا قیامت کے دن خدا کی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے ظاہر داری اور نمایشی عبادت سے کوئی تائید نہیں مل سکتی —

اگر مسلمان اپنے مذہب کی خشک ہڈیوں میں زندگی کی روح پھونکدیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی ممالک کی دنیوی طاقت اور دین اسلام کی روحانی بزرگی از سر نو تازہ نہ ہو۔ فرانس میں بھی کم و بیش ایسا ہی ہوچکا ہے۔ ایم کامبس M. Combes کی ملک کے مذہبی انتظامات کی روک تھام سے بہت پہلے کیتھولزم Catholicism کی جکڑ بندی کے خلاف ملک میں خیالات پیدا ہوگئے تھے۔ زولا Zola نے کیتھولک جماعت کے خطرہ کے خلاف اپنی آواز بلند کی۔ پابند شرع اشخاص کا خیال تھا کہ فرانس پوری طرح سے مذہب سے گمراہ ہو رہا ہے اور اگسٹ کامٹ Auguste Comte جیسے لا مذہب نے یہ اعلان کیا کہ فرانس روزانہ زیادہ پابند مذہب بن رہا ہے۔ ریفی بزن ایک کیتھولک مصنف نے بلا عذر تسلیم کر لیا کہ کامٹ کا خیال درست ہے۔ غرض کہ لوگ خشک

اور بیجان ظاہر داری کے ضوابط سے جو انھیں پیش کئے جاتے تھے اُکتا گئے تھے۔مگر رہبران مذہب اپنے ضوابط کی سچائی کے خیال کو ان کے دماغوں میں بھرتے رہے اور اپنے قاعدوں کو زندہ کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح لوگوں کی زندگی اُن کے مطابق ہوجاے مگر کبھی یہ سعی نہ کی کہ لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں اور اپنے قاعدے اس کے مطابق بنائیں—

الراقم جے۔سی۔ملونی

مسلمانوں کی قومی اصلاح

اسلام تمدنی و سیاسی قاعدہ کے مطابق اپنی چودھویں صدی کے وسط (سنہ ۱۳۴۰ ھ) میں ویسا ھی ترقی کرنے کے لئے انقلابات میں گھرا ھوا ھے جیسا کہ دین عیسوی کا حال اپنی چودھویں صدی کے وسط (سنہ ۱۳۵۰ ع) میں تھا۔مذھبی فرقوں کے باھمی اختلافات سے جب کوئی دین ضعیف ھو جاتا ھے اور ظاھر داري کی رسموں کی سخت بندشیں اس میں نمایاں ھو جاتی ھیں جیسا کہ سید امیر علی صاحب کا بیان ھے کہ "جب کسی مذھب کی ظاھری علامات باقی رہ جاتی ھیں تو مشیت ایزدی کو حرکت ھوتی ھے اور اس کی برائیوں کو مٹانے اور روحانی زندگی کو درست کرنے کے خیالات میں انقلاب پیدا ھوتا ھے" چنانچہ جو خیال دین عیسوی کے متعلق اس کی چودھویں صدی کے وسط میں تھا وھی خیالات ھمارے زمانہ میں اسلام کو حیات تازہ بخشنے کے لئے دلوں میں

پیدا ہو رہے ہیں اور ہم اس کا اب مشاہدہ بھی کر رہے ہیں کہ مسلم کے دوبارہ زندہ کرنے کا مسئلہ تمام دنیا کے سامنے ہے۔ ہندوستان میں اس کے رہنما سر سید احمد، مولانا شبلی، مولانا الطاف حسین حالی تھے۔ رائٹ آنریبل امیر علی، ڈاکٹر اقبال اور دوسری ایک جماعت جسے نئی روشنی سے فیض پہنچا ہے اس کے حامی ہیں —

مسلمانوں کی قومی اصلاح کا ہونا اب ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ عیسائیوں کی اصلاح، مذہب کی حقیقی اور ظاہری پابندی کے جانچنے سے ہوئی۔ مگر اس کے ذریعہ سے ان سیاسی انقلابات کا ہونا جو یورپ میں ہوے ضروری و لازمی نہیں ہے —

راقم

احمد حسین